قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر

ایک تنقیدی مطالعہ



اُسید الحق قادری بدایونی

قرآن کریم کی سائنسی تفسیر

(ایک تنقیدی مطالعہ)

مولانا اُسید الحق قادری

ناشر
تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف

سلسلۂ مطبوعات (۱۹)

کتاب: قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ
تالیف: مولانا اسید الحق قادری
طبع اول: ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء
طبع ثانی: جمادی الاول ۱۴۳۰ھ/ جون ۲۰۰۹ء
طبع جدید: جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ/ اپریل ۲۰۱۴ء
بہ تعاون واشتراک: تاج الفحول اکیڈمی، شاخ جنّر ضلع پونہ

Publisher
TAJUL FUHOOL ACADEMY
(A Unit of Qadri Majeedi Trust)
Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla, Budaun-243601 (U.P.) India
Mob.: +91-9897503199, +91-9358563720
E-Mail: qadrimajeeditrust@gmail.com, Website: www.qadri.info

Distributor
Maktaba Jam-e-Noor
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Phone : 011-23281418
Mob. : 0091-9313783691

Distributor
New Khwaja Book Depot.
Matia Mahal,
Jama Masjid, Delhi-6
Mob. : 0091-9313086318

انتساب

استاذ محترم فضیلة الشیخ الدکتور جمال مصطفیٰ النجار

(پروفیسر شعبۂ تفسیر کلیہ اصول الدین، جامعہ ازہر مصر)

کے نام

جن کی درس گاہ میں پہلی مرتبہ مَیں

''سائنسی تفسیر'' کے مفہوم سے آشنا ہوا۔

احسان مند

اسید الحق محمد عاصم قادری

فہرست

عنوان	صفحہ



پیش لفظ

ازہر شریف میں جب مَیں شعبۂ تفسیر میں سنہ ثالثہ کا طالب علم تھا اس وقت مَیں سائنسی تفسیر کے معنی اور مفہوم سے آشنا ہوا۔ ''دخیل فی التفسیر'' کے سبجیکٹ کے لیے استاذ محترم ڈاکٹر جمال مصطفیٰ صاحب کی کتاب ''اصول الدخیل فی تفسیر آی التنزیل'' داخل نصاب تھی، جس کو وہ خود ہی پڑھایا کرتے تھے، اس وقت اس موضوع پر استاذ محترم کے لیکچرز بھی سنے اور ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلق دیگر کتابیں بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ آخری سال میں تمام طلبہ کو ایک تحقیقی مقالہ لکھنا ضروری ہوتا ہے، مَیں نے اسی موضوع پر مقالہ لکھنے کا فیصلہ کیا، جس کے لیے اس موضوع پر مزید مطالعہ کیا۔ مَیں نے تقریباً ۲۵ رصفحات میں ''التفسیر العلمی للقرآن دراسة نقدية'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر جمع کیا۔ پھر تعطیل میں اس کا ترجمہ کیا جو ۲۰۰۳ء میں ماہنامہ ''مظہر حق'' بدایوں میں قسط وار شائع ہوا۔ اس کے بعد سہ ماہی ''مجلّہ بدایوں'' کراچی نے بھی اس کو شائع کیا۔ ۲۰۰۶ء میں فرصت کے ایام میں اس موضوع پر مزید مطالعے کا اتفاق ہوا، جس کے نتیجے میں مجھے اپنے سابقہ مقالے پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی، لہٰذا مَیں نے اس کو ازسر نو ترتیب دیا اور بہت سے حذف و اضافات بھی کیے، یہ اضافہ شدہ مقالہ محبّ گرامی مولانا خوشتر نورانی نے ماہنامہ ''جام نور'' میں اشاعت کے لیے مانگ لیا اور جام نور میں قسط وار (اگست ۲۰۰۶ء تا نومبر ۲۰۰۶ء شائع کیا۔ جام نور ہی سے لے کر ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور نے مارچ ۲۰۰۷ء کی اشاعت میں شامل کیا۔ مَیں ان تمام رسائل کے ذمہ داران کا مشکور ہوں جنہوں نے اس مقالے کو کسی قابل سمجھ کر شائع فرمایا۔

اب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں اس کو کتابی شکل میں شائع کر رہی ہے، میراارادہ تھا کہ جب یہ مقالہ کتابی شکل میں شائع ہوگا تو اس میں مزید کچھ اضافے کروں گا مگر دوسری اہم مصروفیات کی

وجہ سے اس وقت اس ارادے کو عملی جامہ پہنانا ممکن نہیں ہے۔

مجھے خود بھی شدت سے اس کمی کا احساس ہے کہ مقالے میں ''غیر مقبول سائنسی تفسیر'' کی مثالوں کے ساتھ ''مقبول اور درست سائنسی تفسیر'' کی بھی چند مثالیں ہونا چاہیے تھیں۔ موضوع سے انصاف کا تقاضا تو یہی تھا، مگر فی الحال مَیں ایسا نہیں کر پایا جس کا مجھے افسوس ہے۔

مقالہ جیسا بھی ہے آپ کے سامنے ہے۔ مَیں ارادہ رکھتا ہوں کہ مقبول اور درست سائنسی تفسیر کے سلسلے میں ایک مستقل مقالہ لکھوں۔

اسید الحق محمد عاصم قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں

تمہید

گذشتہ دوصدیوں کے دوران دنیا میں عظیم علمی اور سائنسی انقلاب آیا ہے۔علوم جدیدہ اور ٹیکنالوجی کے اس انقلاب نے حق و باطل، فتح وشکست،علم وجہل اور کامرانی وناکامی کے سارے معیار اور پیمانے بدل کرر کھ دیے ہیں،تھیوری سائنس کی موٹی کتابوں سے نکل کر پریکٹیکل کی حدود میں داخل ہوگئی۔معقولات نے محسوسات اور محسوسات نے مشاہدات تک وسعت اختیار کرلی، دنیا کا کوئی فرد، جماعت، یا قوم اس انقلاب کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکی۔چنانچہ اس انقلاب نے امت اسلامیہ کو بھی علمی،فکری اور عملی ہر شعبے میں متاثر کیا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس انقلاب کے مثبت اثرات ونتائج دوسروں کے حصے میں آئے اور منفی اثرات پر ملت بیضا کو قناعت کرنا پڑی، وہ قوم جو پہلے ہی زوال وانحطاط کے دہانے پر کھڑی تھی اس حملے کو برداشت نہ کرسکی۔یہ ایک الگ بحث ہے کہ زوال ملت مغربی انقلاب کے سبب ہوا یا پھر مغربی انقلاب کی راہیں زوال ملت کی وجہ سے ہموار ہوئیں، بہرحال یہ تسلیم کرلیا گیا کہ مغربی انقلاب،علوم جدیدہ اور زمانے کی رفتار ہی بہت کچھ اس زوال کے ذمہ دار ہیں۔اس خیال نے ایک نئی فکر کو جنم دیا کہ ملت کو زوال کی پستیوں سے نکال کر اوجِ ثریا پر لے جانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ زمانے کی برق رفتاری کا ساتھ دیا جائے اور ان علوم جدیدہ ہی کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرلیا جائے ،مگر بعض لوگوں نے اس فکر کو زوال پذیر قوم اور شکست خوردہ ذہنیت کا احساسِ کمتری قرار دیا، چنانچہ یہیں سے قدامت پرستی اور جدت پسندی کی کشمکش شروع ہوگئی۔ملت کی فکری سطح پر یہ دوقسم کے مکاتب فکر وجود میں آگئے اور دونوں مکاتب کے علم بردار دومتضاد سمتوں میں سفر کرنے لگے،ایک نے نواسنجی کے شوق میں صحن چمن اور کنجِ قفص کی قید اٹھادی تو دوسرے نے بلبل کی نوائے شیریں پر گل کے تبسم کو بھی

توہین گلشن قرار دیا۔ افراط وتفریط کی اس کشمکش کا دائرہ فکری سطح سے بڑھ کر تعلیمی، ثقافتی اور تہذیبی سطحوں تک وسیع ہو گیا، ظاہر ہے کہ پھر علوم اسلامیہ پر اس کا اثر کیوں نہ ہوتا؟ نتیجتاً تفسیر اور علوم قرآن کو بھی اس معرکہ آرائی میں مشق ستم بنالیا گیا۔ ایک طبقہ ہر نئی ایجاد اور جدید تحقیق کو قرآن کے مطابق یا قرآن کو اس کے مطابق ثابت کرنے پر اصرار کرنے لگا جب کہ دوسرے طبقے نے صدیوں پرانی تفسیرات ہی کو حرز جاں بنائے رکھنے پر زور دیا اور اس میں ایک حرف کی تبدیلی بھی گوارا نہ کی، کیونکہ ہر نئی چیز مارکٹ میں مقبول ہوتی ہے اور پرانی چیز اس کے سامنے اپنی کشش کھو بیٹھتی ہے۔ لہٰذا اس دوسری فکر کو قدامت پرستی اور تنگ نظری کہہ کر ٹکسال باہر کر دیا گیا، جبکہ پہلی فکر کو روشن خیالی اور جدت پسندی کے نام پر خوب مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ پذیرائی اور مقبولیت اس حد تک پہنچ گئی کہ روشن خیال، بلند فکر اور محقق کہلانے کے لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس موضوع پر ضرور قلم اٹھایا جائے۔ چنانچہ ''قرآن اور سائنس'' کے عنوان سے درجنوں کتابیں منظر عام پر آ گئیں، ان کتب کا گہرا مطالعہ کر کے ہم ان کے مصنفین ومؤلفین کو کئی طبقات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ مثلاً ایک طبقہ وہ ہے جو مغربی علوم اور اس کی ترقی سے بے پناہ متاثر اور مرعوب ہے ساتھ ہی وہ اپنی وابستگی اسلام سے بھی رکھنا چاہتا ہے، چنانچہ اس طبقے نے قرآن اور سائنس کی تطبیق کے نام پر اپنی تحقیق کا آغاز کیا مگر تحقیق کے پہلے ہی مرحلے میں سائنس اور اس کی تمام تر تحقیقات کو حرفِ آخر تسلیم کر لیا اور قرآن کو ان تحقیقات کے مطابق یا ان تحقیقات کو قرآن کے مطابق ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، اب جو آیات ان کے تسلیم کردہ حقائق کا ساتھ نہ دے سکیں تو بجائے اس کے کہ قرآنی فرمودات کے سامنے سپرِ تحقیق ڈال دی جاتی اور سائنسی تحقیقات میں نظر ثانی کی جاتی ان حضرات نے اپنے تسلیم شدہ معانی پہنانے کے لیے قرآنی آیات میں تاویل، تکلف، تحکم اور کھینچ تان سے بھی دریغ نہیں کیا اور اس کام کو اپنے زعم میں اسلام اور قرآن کی جلیل القدر خدمت قرار دیا۔ ان مؤلفین میں ایک دوسرا طبقہ ایسا ہے جسے علوم قرآن میں تو خاصا درک ہے مگر عصری علوم اور سائنس وغیرہ پر زیادہ گہری نظر نہیں ہے ان حضرات کی گراں قدر تحقیقات نے وہ گل بوٹے کھلائے کہ اغیار کی نظر میں قرآن کا اعجاز ثابت ہونے کی بجائے الٹا اسلام اور قرآن کا مذاق بن کر رہ گیا۔ بعض حضرات سائنس اور عصری علوم میں کچھ

زیادہ ہی گہری نظر رکھتے تھے ان لوگوں نے قرآن کو کتاب ہدایت کی بجائے فزکس، کیمسٹری، زولوجی، باٹنی اور اسٹرانومی کی کتاب بنا کر رکھ دیا۔ چوتھا اور سب سے آخری طبقہ اُن عالی مرتبت محققین کا ہے جن کو نہ تو علوم قران کا کوئی خاص درک ہے اور نہ ہی علوم عصریہ سے کوئی واسطہ ہے یہ حضرات محض محققین اور روشن خیالوں کی صف میں شامل ہونے کے شوق میں قلم لے کر میدان میں کود گئے اور وہ وہ تحقیقی گل افشانیاں کیں کہ......ع

جو مَیں بت کدے میں بیاں کروں تو صنم بھی بولے ہری ہری

(اقبالؔ)

زیرنظر مقالے میں ہم اسی افراط وتفریط پر ایک تفصیلی اور تنقیدی نظر ڈالیں گے۔ ہم نے اوپر عرض کیا تھا کہ اس طریقۂ تفسیر کے انتہا پسند حامی بھی ہیں اور متشدد مخالف بھی۔ یہ دونوں گروہ اپنے اپنے دلائل رکھتے ہیں ہم ذیل میں فریقین کے دلائل کا تفصیلی جائزہ لیں گے اور آخر میں اس طریقۂ تفسیر پر اپنی ناقص رائے کا اظہار کریں گے۔



سائنسی تفسیر کا مفہوم

استاذ گرامی ڈاکٹر جمال مصطفیٰ النجار اس طریقۂ تفسیر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بیان الآیات القرانیة الواردة فی شان الآفاق والأنفس و شرحها بمکتشفات العلم الحدیث(۱)

قرآن کی وہ آیات جو انفس و آفاق کے بارے میں وارد ہیں ان کا بیان اور جدید سائنسی ایجادات اور تحقیقات کے ذریعے ان کی شرح۔

بنیادی طور پر اس طریقۂ تفسیر کے جواز کے لیے دو دلیلیں دی جاتی ہیں:

ایک تو یہ کہ قرآن کریم میں تمام علوم اولین و آخرین موجود ہیں، دوسری یہ کہ اس قسم کی تفسیرات سے اس سائنسی دور میں قرآن کریم کا اعجاز ثابت ہوتا ہے، جس سے آج کے سائنس پرست دماغ کو اسلام سے قریب لانے میں مدد ملے گی، سائنسی تفسیر کرنے والے کسی جدید سائنسی نظریے کو قرآن کریم کے مطابق ثابت کر کے یہ دکھاتے ہیں کہ اگر قرآن کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس میں وہ سائنسی نظریہ کیسے ہو سکتا تھا جس کا انکشاف قرآن کریم کے نزول کے چودہ سو سال بعد ہوا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کسی انسان کا نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کی جو آیات پیش کی جاتی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(الف) ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شئي(۲)

ترجمہ: ہم نے اتاری ہے آپ پر یہ کتاب اس میں تفصیلی بیان ہے ہر چیز کا۔

(ب) ما فرطنا فی الکتاب من شئی (۳)

ترجمہ: نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو۔

(ج) ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین(۴)

ترجمہ: نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لکھی ہوئی ہے روشن کتاب میں۔

(و) سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق(۵)

ترجمہ: ہم دکھائیں گے انہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں اور ان کے اپنے نفسوں میں تا کہ ان پر واضح ہو جائے کہ قرآن واقعی حق ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی کچھ آیات ہیں جو سائنسی تفسیر کے حامیان اس طریقۂ تفسیر کے جواز میں پیش کرتے ہیں، ان آیات کے معنی ومفہوم پر ہم آئندہ صفحات میں تفصیلی گفتگو کریں گے، ان قرآنی آیات کے علاوہ اس طریقۂ تفسیر کے حامی بعض اسلاف کی کتب سے بھی دلیل لاتے ہیں۔ مثلاً امام غزالی، امام فخر الدین رازی، امام جلال الدین سیوطی وغیرہ نے بھی قرآن کریم سے دنیا جہان کے علوم وفنون کے استخراج واستنباط کی نہ صرف دعوت دی ہے بلکہ عملی طور پر تفسیر اور علوم قرآن پر لکھتے وقت ان علوم سے استفادہ بھی کیا ہے۔

ہم یہاں اختصار کے ساتھ بعض متقدمین کی آرا کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں تا کہ سائنسی تفسیر کے حامیوں کا موقف واضح دلائل کے ساتھ سامنے آسکے۔

امام غزالی کی رائے:

امام غزالی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں ''فھم القرآن و تفسیرہ بالرأی من غیر نقل'' کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے۔ اس باب کے بعض مقامات کا ترجمہ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

امام غزالی فرماتے ہیں کہ:

> جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ قران کا معنی آیت کے لفظی اور ظاہری ترجمے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے وہ یہ جان لے کہ اگر چہ اپنی فہم اور اپنی معلومات کی حد تک وہ درست سمجھتا ہے مگر درحقیقت وہ خطا پر ہے۔ اس لیے کہ اخبار وآثار دلالت کرتے ہیں کہ ارباب فہم کے لیے معانیٔ قرآن کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندے کو قرآن کا فہم عطا فرماتا ہے، اگر قرآن کے معانی صرف ظاہری ترجمہ وتفسیر تک محدود ہیں تو پھر آخر اس فہم کا کیا مطلب ہے؟

آگے چل کر فرماتے ہیں:

بعض علما نے کہا ہے کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار فہم ہیں بعض دیگر علما فرماتے ہیں کہ قرآن ستّر ہزار دوسو علوم پر مشتمل ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''جو اولین وآخرین کے علوم جاننا چاہتا ہے وہ قرآن میں تدبر وتفکر کرے'' ظاہر ہے کہ یہ صرف ظاہری معنی سمجھنے سے حاصل نہیں ہوگا۔ اللہ کے افعال وصفات میں جملہ علوم داخل ہیں اور قرآن میں انہیں افعال وصفات کی شرح ہے لہٰذا ان علوم کی کوئی انتہا نہیں ہے اور قرآن میں ہر علم کی طرف اشارہ موجود ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

بلکہ وہ علوم نظریات ومعقولات جن میں خلائق کی عقلیں دنگ ہیں ان سب کی طرف بھی قرآن میں رموز واشارات موجود ہیں۔ جو صرف اہل فہم پر روشن ہوتے ہیں۔(۶)

امام غزالی نے اپنی ایک دوسری کتاب ''جواہر القرآن'' میں بھی اس مسئلے پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے چوتھی اور پانچویں فصل اس موضوع کے لیے خاص کی ہے۔ چوتھی فصل میں انہوں نے قرآن کریم سے علوم دینیہ کے استخراج وانشعاب کی کیفیت بیان کی ہے اور پانچویں فصل میں ''كيفية انشعاب سائرالعلوم من القرآن '' کے عنوان سے علم طب، نجوم، ہیئت وفلکیات، تشریح الاعضاء، سحر اور طلسمات کی طرف قرآنی اشارات کی نشاندہی کی ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں:

قرآن میں تدبر وتفکر کرو اور اس میں عجائب وغرائب تلاش کرو، تم اس میں علوم اولین وآخرین کا مجموعہ پاؤ گے اور یہ فکر وتدبر تمہیں اجمال سے تفصیل کی طرف لے جائے گا۔ کیونکہ علوم قرآن ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔(۷)

امام فخر الدین رازی:

امام غزالی کی طرح امام رازی نے بھی اس سلسلے میں کافی کچھ لکھا ہے اور قرآن میں تفکر وتدبر کر کے بڑی شدّ ومد سے علوم اولین وآخرین اور علوم عقلیہ ونقلیہ کا استخراج کیا ہے۔ آپ نے

اپنی معرکۃ الآراتفسیر ''تفسیر کبیر'' میں اس سلسلے میں بڑی طویل بحثیں فرمائی ہیں، وہ آیات جو زمین و آسمان، شمس وقمر، دشت وجبل اور انسان کی روح وجسم کے سلسلے میں اشارات کرتی ہیں ان کی تفسیر میں اپنی عقل ورائے کے علاوہ ان علومِ عقلیہ سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے جو آپ کے زمانے میں رائج تھے۔ اس تفسیر میں عقل وفلسفے کا رنگ کچھ اس حد تک غالب ہے کہ بعض حضرات نے تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''تفسیر کبیر میں تفسیر قرآن کے علاوہ ہر چیز موجود ہے'' غالبًا امام صاحب کو اس تنقید کا پہلے سے ہی اندازہ تھا لہٰذا ایک مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں:

> ممکن ہے کہ بعض جہّال اور احمق قسم کے لوگ یہ اعتراض کریں کہ آپ نے تفسیر قرآن میں علم ہیئت ونجوم وغیرہ کی بھرمار کردی ہے اور یہ طریقۂ تفسیر درست نہیں ہے۔ جواباً اس مسکینِ عقل سے کہہ دو کہ اگر تم صرف قرآن ہی میں غور وفکر کرتے تو اپنے اس قول کا بطلان تم پر واضح ہوجاتا۔ (۸)

اس کے بعد آپ نے حسب عادت متعدد وجوہ سے اس قول کا بطلان ثابت کیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کی رائے:

امام سیوطی نے اپنی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں ''النوع الخامس والستون فی العلوم المستنبطة من القرآن'' (۶۵ ویں نوع قرآن سے مستنبط ہونے والے علوم کے بیان میں) کے عنوان سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔ امام غزالی کی طرح آپ بھی قرآن میں غور وفکر کرکے علوم اولین وآخرین کے استنباط واستخراج کی دعوت دیتے ہیں۔ امام سیوطی نے مختلف احادیث اور اقوال صحابہ پیش کرنے کے بعد علامہ ابن ابی الفضل المرسی کی تفسیر سے ایک طویل اقتباس نقل فرمایا ہے۔

علامہ المرسی فرماتے ہیں:

> قران میں علومِ اولین وآخرین جمع کردیے گئے ہیں یہاں تک کہ کوئی علم ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن نے اشارہ نہ فرمایا ہو۔

پھر آپ نے ان علوم کا تذکرہ فرمایا ہے جو علما نے قرآن سے مستنبط کیے ہیں۔ مثلاً علمِ قرأت، تفسیر، اصول، فقہ، تاریخ، قصص، مواعظ وحکم، الامثال، تعبیر، فرائض اور علم المواقیت وغیرہ۔

پھر فرماتے ہیں:

ان علوم کے علاوہ اور بھی بہت سے علوم قرآن میں ہیں مثلاً علم طب، علم جدل، علم ہیئت، علم ہندسہ، جبر و مقابلہ اور علمِ نجوم وغیرہ۔

پھر ان آیات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن سے (ان کی تحقیق کے مطابق) ان علوم کا استخراج واستنباط ہوتا ہے۔

علامہ المرسی کے اس طویل اقتباس کے بعد امام سیوطی اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَیں کہتا ہوں کہ اللہ کی کتاب ہر چیز پر مشتمل ہے اور جہاں تک انواع علوم کی بات ہے تو کسی علم کا کوئی باب اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کی طرف قرآن میں اشارہ نہ ہو۔ قرآن میں عجائب المخلوقات ہیں، ملکوت السمٰوٰت والارض ہیں جو کچھ افق اعلیٰ اور تحت الثریٰ میں ہے وہ سب کچھ قرآن میں ہے(۹)

ان متقدمین کی مذکورہ بالا عبارات کو سائنسی تفسیر کے حامی اکثر اپنے حق میں پیش کرتے ہیں۔



متاخرین ومعاصرین کی آرا

یہاں ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ سائنسی تفسیر کے حامی دو قسم کے ہیں۔ کچھ لوگ نہایت انتہا پسند اور متشدد واقع ہوئے ہیں، وہ اس طریقۂ تفسیر کو اس زمانے میں ''فرض عین'' قرار دیتے ہیں، وہ اس سلسلے میں کسی شرط یا کسی حد کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں اور سائنسی تفسیر کے مخالفین کو قدامت پرست، کوتاہ نظر، جاہل اور احمق وسفیہ وغیرہ جیسے خطابات سے نوازتے ہیں۔

سائنسی تفسیر کے حامیوں کا دوسرا طبقہ ان علما کا ہے جو اس طریقۂ تفسیر کے حامی ضرور ہیں مگر اس میں غلو، مبالغہ اور انتہا پسندی کو ناپسند کرتے ہیں۔ ان حضرات نے اس کے لیے کچھ شرائط اور حدود مقرر کی ہیں اور ان سے تجاوز کو جرأت رندانہ قرار دیتے ہیں۔ پہلے ہم غالی اور متشدد طبقے کے دلائل وآرا کا جائزہ لیں گے۔

علامہ شیخ طنطاوی الجوہری (م۱۹۴۰ء):

شیخ طنطاوی اس جماعت کے روح رواں ہیں جو سائنسی تفسیر کو نہ صرف جائز بلکہ اس کے وجوب وفرضیت کا فتویٰ دیتی ہے۔ قرآن اور سائنس کے موضوع پر آپ نے ایک درجن سے

زیادہ کتابوں کے علاوہ ۲۵؍جلدوں میں قرآن کریم کی مکمل تفسیر بھی تصنیف فرمائی ہے۔ ہماری معلومات کی حد تک یہ واحد سائنسی تفسیر ہے جو سورۂ فاتحہ سے لےکر سورہ ناس تک پورے قرآن کو محیط ہے اور بعد کے سائنسی مفسرین کافی حد تک اس تفسیر کے خوشہ چیں ہیں۔ کتاب کا نام ''الجواہر فی القران الکریم'' ہے۔ اس تفسیر میں علامہ موصوف نے بڑی محنت کی ہے اور قرآن کی ہر آیت سے (چاہے وہ کسی بھی موضوع پر ہو) زولوجی، گیلوجی، باٹنی، اسٹرانومی، میڈیکل سائنس، میتھ میٹکس، جغرافیہ اور ایگریکلچر سائنس جیسے صدہا علوم وفنون کا استخراج کر کے قرآن کا اعجاز ثابت کر دکھایا ہے۔ اس اجتہاد اور استخراج میں انہوں نے جو جانفشانی اور عرق ریزی کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ اس کوشش میں انہیں جس تکلف، تاویل، تحکم اور کھینچ تان کا سہارا لینا پڑا ہے اس پر ہم کوئی تبصرہ کیے بغیر علامہ موصوف کے شاگرد رشید اور سائنسی مفسرین کی صف کے ایک بلند پایہ محقق ڈاکٹر حنفی احمد کی ایک عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

> ہمارے استاذ محترم شیخ طنطاوی جوہری مرحوم نے اس (یعنی سائنسی تفسیر کے) سلسلے میں بڑی کاوش کی ہے اور اپنی تفسیر میں بڑی تفصیلی بحث فرما کر مختلف علوم وفنون کو بیان کیا ہے جن کی طرف قرآن اشارہ کرتا ہے مگر انہوں نے بعض جگہ بلاضرورت کلام کو طویل کر دیا ہے اور آیات کے معانی کی حدود سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اپنے بیان کردہ معانی اور آیات کے درمیان تطبیق وجمع کی پرواہ بھی نہیں کی ہے اس سے علم منزل کی مقدار کم ہوگئی ہے(۱۰)

ذیل میں ہم علامہ جوہری کی اسی تفسیر کے بعض مقامات کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کرتے ہیں تاکہ علامہ جوہری کی فکر کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

> اے امت مسلمہ! علم میراث کے بارے میں صرف چند آیات ہیں جو علم ریاضی کا ایک چھوٹا سا شعبہ ہے تمہارا ان سات سو آیات کے بارے میں کیا خیال ہے جن میں دنیا بھر کے عجائب موجود ہیں؟ یہ سائنس کا زمانہ ہے یہ اسلام کے ظہورِ نور کا زمانہ ہے اور یہ ترقی کا زمانہ ہے تو کیوں نہ ہم ان سات سو آیات کے ساتھ وہی معاملہ کریں جو ہمارے اسلاف نے چند آیات میراث کے ساتھ کیا

ہے۔مَیں کہتا ہوں الحمد للہ تم اس تفسیر میں علوم کا خلاصہ اور نچوڑ پاؤ گے۔ان علوم میں تحقیق علم میراث میں تحقیق سے زیادہ افضل و اہم ہے کیونکہ علم میراث صرف فرض کفایہ ہے اور یہ علوم معرفت الٰہی میں زیادتی کا سبب ہیں۔لہٰذا ہر قادر پر ان کی تحصیل اور تحقیق فرض عین ہے۔جن علوم کو ہم نے تفسیر میں داخل کیا ہے یہ وہ علوم ہیں جن سے کوتاہ نظر، مغرور اور جاہل فقہا غافل رہے۔اب یہ انقلاب کا زمانہ ہے اور حقائق کے ظہور کا زمانہ ہے(۱۱)

جس طرح علامہ جوہری نے علم میراث پر غصہ اتارا ہے اسی طرح ایک اور مقام پر علم فقہ پر بھی اپنے مخصوص انداز میں تنقید فرما کر سائنسی تفسیر کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

آخر کیوں علمائے اسلام نے علم فقہ پر دسیوں ہزار کتابیں لکھ ڈالیں جب کہ علم فقہ کے سلسلے میں چند آیات ہیں جو سو پچاس آیتوں سے زیادہ نہیں ہیں پھر کیوں علم فقہ میں تالیف و تصنیف کی جائے اور کائنات کے اُن علوم سے منہ موڑ لیا جائے جن کے ذکر سے کوئی سورہ خالی نہیں ہے۔سات سو پچاس آیات ایسی ہیں جن میں صراحتاً (یہاں لفظ صراحتاً بھی قابل توجہ ہے۔اسیدؔ) ان علوم کا ذکر ہے، ان کے علاوہ سیکڑوں آیات ایسی ہیں جن میں صراحتاً نہ سہی لیکن اشارتاً ان علوم کا ذکر ہے تو کیا عقل و شرع اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ جس علم کے متعلق صرف چند آیات ہیں ان میں تو مسلمان مہارت حاصل کریں اور جن علوم کے سلسلے میں کثرت سے آیات ہوں ان سے غافل رہیں؟ ہمارے آباء و اجداد اگر علم فقہ میں ماہر تھے تو اب ہم علوم کائنات میں مہارت حاصل کریں گے تا کہ اس کے ذریعے ہم امت مرحومہ کو ترقی اور عروج سے ہمکنار کریں۔کیا مسلمان نہیں دیکھتے کہ اب یہی علوم دراصل حقیقی علوم دینیہ ہیں اور یہی معرفتِ الٰہی کے علوم ہیں علم فقہ امت کی حفاظت کے لیے ہے اور یہ علوم اللہ کی معرفت اور امت کی حیات کے لیے ہیں اور ظاہر ہے کہ امت کی حفاظت، امت کی حیات سے زیادہ اہم

نہیں ہے کیونکہ اگر سرے سے حیات ہی نہ رہی تو پھر حفاظت کس چیز کی کی جائے گی۔(۱۲)

علامہ جوہری صاحب کے فرمودات کسی تبصرے سے بے نیاز ہیں۔بس اتنا عرض کردیں کہ علامہ صاحب کی رائے کتنی ہی صائب کیوں نہ ہومگر تنقید کا یہ انتہا پسندانہ انداز اور مخالفت و موافقت میں یہ غلو بہرحال کسی طرح بھی پسندیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ساتھ ہی اُن کے مخالف کو یہ کہنے کا حق بھی ہے کہ ہم امت کی حفاظت ہی اس لیے کر رہے ہیں کہ امت باحیات رہے۔ظاہر ہے کہ اگر حفاظت نہ کی گئی تو حیات سے ہی ہاتھ دھو بیٹھنے کا صدفی صد امکان ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن الکواکبی:

علامہ کواکبی زمانے کے لحاظ سے علامہ جوہری سے مقدم ہیں مگر تشدد اور غلو کے اعتبار سے ان سے کم درجہ کے ہیں۔آپ کی ایک کتاب ''طبائع الاستبداد و مصارع الاستبعاد'' اسی موضوع پر ہے یہ کتاب آج سے ساٹھ ستر سال قبل کی مطبوعہ ہے۔اس میں علامہ موصوف نے سائنسی تفسیر کی بڑی شدّ ومد سے حمایت کرتے ہوئے قرآن کی متعدد آیات سے ہیئت و ہندسہ اور فلکیات وطب وغیرہ کے مسائل استخراج فرمائے ہیں۔اس کتاب میں موصوف نے قرآنی آیات،احادیث اور امام غزالی ورازی وغیرہ کے اقوال (جن میں سے بعض ہم نے گذشتہ صفحات میں ذکر بھی کیے ہیں) سے اس طریقے کا جواز ثابت کیا ہے۔

لکھتے ہیں:

> ان آخری صدیوں میں سائنس نے وہ علمی حقائق آشکارا کیے ہیں جن کی دریافت اور ایجاد کا سہرا علمائے یورپ اور امریکہ کے سر ہے لیکن قرآن کو دقتِ نظر سے پڑھنے والا ان سارے حقائق کو کہیں صراحتاً اور کہیں اشارتاً پائے گا کہ قرآن نے ان کو تیرہ صدیاں قبل ہی بیان کردیا ہے۔بعض حقائق اب تک پردۂ خفا میں ہیں تا کہ ایک زمانے میں ان کے انکشاف کے بعد قرآن کا معجزہ ثابت ہو اور یہ شہادت دیں کہ یہ اس ذات کا کلام ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے اور جس کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

یہ قرآن کے اعجاز کا مسئلہ ہے اور یہ دین کا اہم ترین مسئلہ ہے گذشتہ ادوار کے
علما اس پر قادر نہ تھے کہ اعجاز قرآنی کے اس اہم ترین مسئلے کو کماحقہ اجاگر کریں۔
وہ صرف ان چند باتوں پر تکیہ کیے بیٹھے تھے جو بعض اسلاف نے کہی ہیں کہ
قرآن کی فصاحت و بلاغت ہی اس کا معجزہ ہے اور صرف یہی اس کا معجزہ ہے
کہ اس نے قیصرِ روم کے بارے میں قبل از وقت خبر دی تھی کہ اہل روم شکست
کے بعد عنقریب پھر غالب ہوں گے۔
یہ علما بعض کوتاہ نظر اسلاف کی رائے سے اختلاف کرنے کی جرأت نہیں رکھتے
چنانچہ یہ تکفیر و تصلیل پر آمادہ ہوگئے اور ہلاک ہوگئے (۱۳)

علامہ طاہر ابن عاشور:

علامہ موصوف نے ''التحریر والتنویر'' کے نام سے قران کریم کی مبسوط تفسیر تصنیف فرمائی ہے جو ایک درجن سے زیادہ مجلدات پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں آپ نے علوم قرآن کے مختلف شعبوں پر دس وقیع مقدمات تحریر فرمائے ہیں۔ دسواں مقدمہ آپ نے ''اعجاز القران'' کے عنوان سے خاص کیا ہے۔ مقدمے کی ابتدا میں آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ:

آپ اس مقدمے میں چند ایسے اصول اور نکات ملاحظہ فرمائیں گے جن سے
اب تک اعجاز قرآن پر لکھنے والے علما مثلاً باقلانی، الرومانی، عبدالقاہر الجرجانی،
الخطابی، قاضی عیاض اور سکاکی وغیرہ غافل رہے لہٰذا اس مقدمے کو بغور ملاحظہ
فرمائیں۔(۱۴)

اس مقدمے کو بغور پڑھنے کے بعد اپنی ناقص فہم کے مطابق جو کچھ ہماری سمجھ میں آسکا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اعجاز قرآن کی تین جہتیں ہیں۔ پہلی اور دوسری جہت تو علوم عربیہ اور فصاحت و بلاغت سے متعلق ہے جبکہ تیسری جہت کے متعلق علامہ موصوف لکھتے ہیں:

قرآن کے اعجاز کی تیسری جہت وہ علوم ہیں جو اس کے معانی میں ودیعت کیے
گئے ہیں اور حقائق علمیہ و علوم عقلیہ کی طرف وہ اشارات ہیں کہ نزولِ قرآن
کے زمانے میں عقل انسانی وہاں تک نہیں پہنچ سکی اور اس کے بعد بھی صدیوں
تک فکر انسانی کی رسائی وہاں تک نہ ہوسکی۔ اب عصر حاضر میں وہ حقائق

آشکارا ہوئے ہیں جس سے قرآن کا اعجاز ثابت ہوا ہے اور اعجاز قرآنی کی یہی وہ جہت ہے جس سے ابوبکر الباقلانی اور قاضی عیاض وغیرہ غافل رہے۔ (۱۵)

پھر کچھ آگے فرماتے ہیں:

اس تیسری جہت سے قرآن پورے عالمِ انسانیت کے لیے معجزہ ہے اور یہ ایسا معجزہ ہے کہ زمانے کی رفتار کے ساتھ یہ بھی مستمر اور رواں ہے تاکہ غیر عرب اقوام اس کے ترجمۂ معانی کو دیکھیں اور اس کے احکام تشریعیہ، حکمیہ اور اخلاقیہ وغیرہ کو دیکھ کر اس کے اعجاز کا ادراک کرسکیں۔ (۱۶)

ڈاکٹر حنفی احمد کی رائے:

ڈاکٹر موصوف علامہ جوہری کے شاگرد ہیں اپنے استاذ کی طرح انہوں نے بھی اس موضوع پر کافی لکھا ہے ان کی گراں قدر تصنیف ''التفسیر العلمی للآیات الکونیة'' اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔

مقدمے میں فرماتے ہیں:

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اس صدی کے اوائل میں سائنس اور علوم جدیدہ نے جو وسعت اور ترقی حاصل کی ہے اس کے باوجود سوائے چند حضرات کے اب تک لوگوں نے ان دقائق کی طرف توجہ نہیں کی جو قرآن نے حیات و کائنات کے بارے میں بیان فرمائے ہیں (۱۷)

اس کے بعد آپ نے اس عدم توجہ کے چند اسباب بیان کیے ہیں۔ ان کی رائے میں اس کا سب سے اہم سبب یہ ہے:

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے جو وراثتاً چلا آرہا ہے کہ قران صرف ہدایت وارشاد کی ایک کتاب ہے حقائق کونیہ یا دقائق علمیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ (۱۸)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

یہ بالکل وہی عقیدہ ہے جو قدیم یورپ میں چلا آرہا تھا کہ آسمانی کتب کائنات کے علم دقیق کی حامل نہیں ہوتیں بلکہ وہ صرف انسان کی ہدایت وفلاح کا سامان

رکھتی ہیں اور یہ کہ علم وسائنس اور دین و مذہب دو متضاد چیزیں ہیں جو کبھی آپس میں جمع نہیں ہوسکتیں۔(۱۹)

پھر انہوں نے بڑی تفصیل سے قرآن میں علوم کائنات کی موجودگی اور ان کے استخراج کے حق میں دلائل دیے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ:

قرآن اپنے اسلوب بلاغت اور معانی کی بلندی اور جوامع الکلم میں معجزہ ہے قرآن ان واقعات اور قصص کے اعتبار سے معجزہ ہے جو اس نے انبیائے سابقین (علیہم السلام) اور ان کی اقوام کے بارے میں بیان کیے ہیں جن کو اس زمانے میں سوائے اہل کتاب کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔قرآن معجزہ ہے اپنے حکیمانہ احکام کے اعتبار سے جو ہر زمانے اور ہر مکان میں عین فطرت بشری کے مطابق ہیں۔اسی طرح وہ معجزہ ہے ان علوم وحقائق کے اعتبار سے جن کو اس نے انفس وآفاق کے بارے میں بیان کیا ہے، اس لیے کہ ان حقائق کو نہ تو کوئی اس کے نزول سے قبل جانتا تھا نہ ہی صدیوں بعد تک کوئی وہاں تک پہنچا یہاں تک کہ علوم جدیدہ اور سائنس نے اپنے تجربے اور مشاہدے کے ذریعے چند برس قبل ان کو اجاگر کیا ہے تو قرآن ان تمام جہتوں کے اعتبار سے معجزہ ہے اور اسی ہمہ جہت معجزہ نمائی کے باعث اس نے مخالفین اور منکرین کو اس جیسی کتاب لانے کا بارہا چیلنج کیا۔(۲۰)

اس کے بعد آپ نے وہ آیات تحریر کی ہیں جن میں جن وانس کو قرآن کے مقابلے کا چیلنج کیا گیا ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن زمان ومکان کی قید سے ماوراء ہر ایک کے لیے نازل ہوا ہے عرب والوں کے لیے بھی اور غیر عرب کے لیے بھی تو ظاہر ہے کہ غیر عربی کے لیے اس کے معجزۂ کبریٰ یعنی معجزہ اسلوب و بلاغت کا ادراک بہت دشوار ہے لہٰذا ان کے لیے وہ دیگر معجزات ہیں جو اس کے معانی

میں پوشیدہ ہیں تاکہ ان کے ذریعے سے غیر عرب کے لیے قرآن کے اعجاز کا ادراک ممکن ہو اور ان پر قرآن کے صدق دعویٰ کی حجت تام ہو جائے۔(۲۱)

ڈاکٹر جمعہ علی عبدالقادر:

فضیلت مآب ڈاکٹر جمعہ علی عبدالقادر جامعۃ الازہر کے شعبۂ تفسیر میں علوم قرآن کے استاذ ہیں۔ راقم الحروف کو بھی آپ سے استفادے کا شرف حاصل ہے، تفسیر اور علوم قران میں بڑی گہری نظر رکھتے ہیں اس موضوع پر دسیوں قیمتی کتابوں کے علاوہ بے شمار مقالات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ اس وقت آپ کی ایک نہایت تحقیقی تصنیف ''جلال الفکر فی التفسیر الموضوعی لآیات من الذکر''راقم کے پیش نظر ہے اس میں آپ نے سائنسی تفسیر پر تفصیلی بحث فرمائی ہے جو تقریباً دس صفحات پر مشتمل ہے۔

فرماتے ہیں:

> بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن تشریع و معاملات کی کتاب ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ تأمل و عبادات کی کتاب ہے بعض لوگوں کا ماننا ہے کہ وہ توحید و ایمان کی کتاب ہے بعض کی نظر میں وہ بلاغت و ادب کی کتاب ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کتابِ ''جمع فاوعی'' ہے (یعنی جمع کر کے محفوظ کی ہوئی) تمہیں جس چیز کی جستجو ہو تم اس میں پاؤ گے کیونکہ اللہ کی جانب سے وہ ایک معجزہ ہے اس کے دیگر وجوہِ اعجاز کے ساتھ ایک علمی اور سائنسی اعجاز بھی ہے جس نے مکابرین و منکرین کے منہ بند کر دیے ہیں۔
>
> اعجازِ قرآنی کے اس پہلو پر ہم تفصیلی گفتگو کریں گے کیونکہ یہ ایک نزاعی مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ قرآن ان اشیا (یعنی سائنسی پہلو) کا متحمل نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اس کے لیے نازل ہی نہیں ہوا ہے اس فکر کے ساتھ ان کے ذہن جمود و تعطل کا شکار ہو گئے، اگر یہ فکر درست تسلیم کر لی جائے تو پھر یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ قرآن ہر زمانے اور مکان میں ہدایت و اعجاز کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ اس جمودی فکر کے ساتھ ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ قرآن زمانے کی رفتار اور بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

میں کہتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ قران زمان و مکان کی قید سے ماورا ہر حال میں ہر چیز کی صلاحیت رکھتا ہے۔اب جو بھی چیز ہمارے سامنے نئی آئے گی ہم اس کو قرآنی معیار پر پرکھیں گے اگر اس کے موافق ہوگی تو وہ ہمارا عقیدہ بن جائے گی اور جو اس کے مخالف ہوگی وہ محض بے بنیاد ہوگی۔

آج کے ترقی یافتہ دور اور علوم کے ارتقا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ آج علم و تحقیق کی بنیاد پر ثابت ہو رہا ہے ان سب کی طرف قرآن پہلے ہی متوجہ کر چکا ہے یا اس کی طرف اشارات کر چکا ہے۔(۲۲)

ایک صفحے کے بعد لکھتے ہیں:

قرآن میں سیکڑوں آیات ہیں جو علم طبیعیات، فلکیات، علم نباتات وحیوانات، طب وصحت اور ایگریکلچر وغیرہ علوم کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔تو کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم ان آیات کے معانی عالمِ غیر عرب کے سامنے پیش کریں اور قرآن کے سائنسی اور علمی اعجاز کو اجاگر کریں کہ آج کا علم اور تحقیقات جو کچھ کہہ رہی ہیں قرآن وہ سب پہلے ہی بتا چکا ہے، کیا اعجاز قرآن کا یہ پہلو مغرب کے مادہ پرست ذہن کو متاثر کرنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ بالخصوص ایسی صورت میں کہ اپنے ہی وضع کردہ سائنسی اصولوں سے وہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔کیا غیر عرب کے لیے یہ تبلیغ اور دعوت اسلام کا بہترین طریقہ نہیں ہے؟(۲۳)

یہ تھیں سائنسی تفسیر کے بعض پر جوش حامیوں کی آرا اور ان کے دلائل۔ان دلائل میں سے نہ سب سے اتفاق کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی تمام باتوں سے اختلاف۔ہمیں ان کی بعض باتیں قبول ہیں اور بعض میں تأمل ہے۔

ان دلائل کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان تمام دلائل کی عمارت ان دو بنیادی مقدمات پر قائم ہے۔

[۱]قرآن کریم میں تمام علوم اولین وآخرین جمع کر دیے گئے ہیں۔

[۲]قرآن کریم کی جدید سائنسی نظریات سے مطابقت قرآن کریم کے اعجاز کا ایک پہلو ہے،

اوراس راستے سے سائنس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنے والوں کے درمیان قرآن کی حقانیت ثابت کرنا آسان ہے،اور جدید اذہان کو اسلام کی دعوت دینے کا یہ ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

پہلے مقدمے کو ثابت کرنے کے لیے ان حضرات نے تین طرح کے دلائل پیش کیے ہیں:

[۱] قرآن کریم کی بعض آیات

[۲] بعض آثار صحابہ

[۳] متقدمین علما کی آرا

جب کہ دوسرے مقدمے کے ثبوت میں ان حضرات نے قرآن کریم کے اعجاز کی بحث چھیڑی ہے،اور ساتھ ہی سائنسی علوم کی ترقی اور روز افزوں اس کے ترقی پذیر ہونے کی بات کی ہے۔ان تمام دلائل اور ان کے مقدمات کا تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ اپنے مقام پر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

ہم نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ اس طریقۂ تفسیر کے حامی دو قسم کے ہیں۔ایک طبقہ متشددین کا ہے جبکہ ایک طبقۂ علما ایسا بھی ہے جو اس طریقۂ تفسیر کا حامی ضرور ہے مگر اس میں غلو، مبالغہ اور انتہا پسندی کو نظر استحسان سے نہیں دیکھتا، اس طریقۂ تفسیر کے جواز کے لیے ان حضرات نے کچھ حدود اور شرائط مقرر کی ہیں، اس طبقے سے ہم صرف ایک صاحب نظر عالم کی رائے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام مُتَوَلّی الشعراوی:

عالمِ ربانی امام متولی الشعراوی اِس آخری دور میں ایک مغتنم ہستی اور اسلاف کرام کی یادگار تھے۔عالم دین اور عارف باللہ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ پر بھی آپ کی نظر تھی تحقیق کی گہرائی اور رائے کی پختگی کے ساتھ اعتدال پسندی آپ کا خاص وصف تھا، پچاس سے زیادہ کتب کے مصنف ہیں جن میں ایک مبسوط تفسیر قرآن بھی ہے۔اس وقت آپ کی ایک معرکۃ الآرا کتاب ''معجزۃ القرآن'' ہمارے پیش نظر ہے، اس کتاب کے بعض اہم مقامات کا ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں وسعتِ تجدد ہے اور یہی وسعت تجدد اعجاز قرآن کو مستمر اور

مسلسل قائم رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ قرآن اوراس کے معانی میں یہ وسعت تجدد نہیں ہے اوراس کا سارا اعجاز ایک زمانے یا کسی ایک صدی میں ظاہر ہوگیا تو لازم آئے گا کہ آخر کی صدیوں میں قرآن بغیر معجزے کے رہ گیا۔ یہ بات قرآن میں جمود و تعطل کے مترادف ہے۔ جبکہ قرآن کسی زمانے میں جامد اور تعطل پذیر نہیں ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔ وہ ہر آئندہ نسل اور ہر آنے والے فرد بشر کو بقدر طاقت وفہم اپنے اعجاز کا ثبوت فراہم کرے گا اس طرح کہ وہ حقائق جو گذشتہ نسلوں پر منکشف نہ ہوئے اور زمانے کی رفتار نے خود ان کو منکشف کیا آئندہ نسلیں ان حقائق کو پہلے سے قرآن میں موجود پائیں گی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے صرف اسی قدر تفسیر بیان فرمائی جو اس زمانے میں دین کے احکام کے لیے ضروری تھی۔ وہ حقائق اور دقائق علمیہ جو اللہ تعالیٰ مستقبل میں انسانی عقل اور علم کے ذریعے روشن فرمانے والا تھا ان کو آپ نے بیان نہیں فرمایا کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت عقل انسانی ان حقائق کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی لہٰذا آپ نے صرف وہ معانی بیان فرمائے جو ان کی فکری سطح کے مطابق اور ان کی ضروریات کے لیے کافی تھے۔

پھر زمانہ گذرتا گیا اور انسانی علم وفکر ارتقا کی منزلیں طے کرتی گئی یہاں تک انسان خود اپنی عقل وفکر کے ذریعے ان حقائق تک پہنچ گیا۔ اب قرآن کی وسعت تجدد نے ان سارے حقائق کو اپنے اندر سمولیا۔ (۲۴)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

قرآن کریم کسی بھی حال میں قوانین فطرت اور حقائق کونیہ سے متصادم نہیں ہو سکتا اگر کہیں یہ تصادم پایا جاتا ہے تو یا تو قرآن کا صحیح معنی سمجھنے میں غلطی کی گئی ہے یا پھر جس کو ہم حقیقت واقعیہ ثابتہ سمجھ رہے ہیں درحقیقت وہ حقیقت ثابتہ ہے ہی نہیں۔ (۲۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے علم قدیم ومحیط میں یہ بات تھی کہ نزول قرآن کے چند صدیوں بعد
کچھ لوگ یہ دعویٰ کریں گے کہ ایمان کا دور ختم ہو گیا اب سائنس کا دور شروع ہوا
ہے۔اس لیے عالم الغیب نے کچھ ایسی چیزیں قرآن میں پوشیدہ فرمادیں جو
اس قسم کا دعویٰ کرنے والوں کے سامنے قرآن کا اعجاز ثابت کرسکیں (۲۶)

سائنسی تفسیر کا جواز فراہم کرنے کے بعد امام موصوف یہ تنبیہ بھی فرماتے ہیں:

اس وسعت تجدد کا یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ ہم قرآن پر وہ معانی مسلط کردیں جن
کی آیات قرآنیہ متحمل نہ ہوں، یا ان آیات کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں کہ گویا یہ
انہیں علوم وفنون کے بیان کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا
چاہیے کہ قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا ہے کہ وہ علم ہندسہ، علم فلک یا علم فضا کے
رموز واسرار بیان کرے، قرآن نے ابتدا ہی میں اپنے مقصد نزول کو ان الفاظ
میں واضح کردیا ہے۔ هدی للمتقین یعنی یہ کتاب ہدایت ہے۔(۲۷)



مخالفین کی آرا

جہاں اس طریقۂ تفسیر کے متشدد حامی ہیں وہیں کچھ اہل علم اس کے شدید مخالف بھی ہیں، مخالف علما کی رائے میں اس طریقے سے قرآن کی تفسیر کرنا قرآن کے تقدس کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہے۔جس طرح اس طریقۂ تفسیر کے حامی بعض متقدمین کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اسی طرح اس کے مانعین بھی اپنے موقف کی حمایت میں بعض متقدمین علما کی رائے کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔اگر مجوزین نے امام غزالی اور حافظ سیوطی کو پیش کیا تو مانعین اپنی تائید میں امام ابواسحاق شاطبی (م۷۹۰ھ) کو پیش کرتے ہیں، امام شاطبی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''الموافقات فی اصول الاحکام'' میں ان لوگوں پر شدید تنقید کی ہے جنہوں نے قرآن کریم سے علوم اولین وآخرین کے استخراج کا دعویٰ کیا ہے۔

امام ابواسحاق شاطبی کی رائے:

امام شاطبی نے ''مقاصد شرع'' پر بحث کے ضمن میں ان علوم کا تذکرہ کیا ہے جن سے عصرِ

نزولِ قرآن میں اہل عرب واقف تھے، پھر ان کی دو قسمیں کی ہیں فائدہ مند، اور نقصان دہ، پھر فرماتے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ نے نافع کو برقرار رکھا اور نقصان دہ کو ممنوع قرار دے دیا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

> بہت سے لوگوں نے علوم قرآن کے سلسلے میں حد سے تجاوز کیا ہے اور متقدمین و متأخرین کے تمام علوم مثلاً طبیعات، علم التعالیم، علم الھندسہ، ریاضیات، منطق اور علم الحروف وغیرہ کو علوم قرآن میں شامل کرلیا ہے، ہم نے جو کچھ پیچھے کہا ہے اس کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یہ درست نہیں ہے۔(۲۸)

اس کے بعد دلیل کے طور پر فرماتے ہیں:

> سلف صالحین (صحابہ و تابعین) قرآن، اس کے علوم اور جو کچھ اس میں ودیعت کیا گیا ہے اس سب کے سب سے بڑھ کر جاننے والے تھے، ہمیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کسی نے ان علوم میں کچھ کلام کیا ہو، انہوں نے صرف احکام تکلیفیہ اور احکام آخرت وغیرہ پر ہی کلام کیا ہے اگر ان حضرات نے ان علوم پر کچھ کلام کیا ہوتا تو وہ ضرور ہم تک پہنچتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات ان کے قائل نہیں تھے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ علوم (یعنی طبیعات، ریاضی اور منطق وغیرہ) جن کا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں وہ قرآن کے مقصد میں شامل نہیں ہیں، البتہ قرآن کریم میں عربوں کے بعض علوم سے تعرض کیا گیا ہے۔(۲۹)

جن لوگوں نے قرآن کریم میں علوم اولین و آخرین کی موجودگی کا دعویٰ کیا ہے ان کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے امام شاطبی فرماتے ہیں:

> یہ لوگ ان آیات سے استدلال کرتے ہیں و نزلنا علیك الكتاب تبیاناً لكل شیء، اور آیت کریمہ ما فرّطنا فی الكتاب من شیء اور یہ لوگ فواتح السور اور جو کچھ اس بارے میں نقل کیا گیا ہے اس کو بھی دلیل میں لاتے ہیں، اور اس سلسلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعض اقوال بھی پیش کیے جاتے ہیں، مگر یہ جملہ دلائل محل نظر ہیں، جن آیات کو پیش کیا گیا ہے ان میں مفسرین کے نزدیک تبیاناً لكل شیء سے مراد وہ امور ہیں جن کا تعلق شرعی احکام و عبادات سے

ہے،اور دوسری آیت میں ''الکتاب'' سے قرآن نہیں بلکہ لوح محفوظ مراد ہے، حالانکہ لوح محفوظ کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ کو سموئے ہوئے ہے، جہاں تک سورتوں کے ابتدائی حروف کا تعلق ہے تو بعض اصحابِ سیَر نے ذکر کیا ہے کہ عرب ان سے اسی طرح آگاہ تھے جیسے جمل کے عدد سے جس کا علم انہوں نے اہل کتاب سے حاصل کیا تھا،اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ ان متشابہات سے ہوں جن کی تفسیر اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا،رہی یہ بات کہ ان حروف سے دیگر علوم مراد لیے جائیں،تو متقدمین میں سے کسی نے بھی اس کا دعویٰ نہیں کیا،لہٰذا ان حروف میں ان حضرات کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے،اور حضرت علی یا دیگر صحابہ سے اس سلسلے میں جو کچھ نقل کیا جاتا ہے وہ ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے۔(۳۰)

اور آخر میں امام شاطبی اپنا حتمی موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان علوم کو قرآن میں داخل کردیں جو اس کے مقتضا کے خلاف ہیں، بالکل اسی طرح جیسے یہ بات درست نہیں ہے کہ ہم ان علوم سے غفلت برتیں جو قرآن کے مقتضا کہ عین مطابق ہیں۔(۳۱)

یہاں اس بات کا ذکر بھی بے جانہ ہوگا کہ امام شاطبی کی رائے اور ان کے دلائل پر علامہ طاہر ابن عاشور(جن کی رائے اختصار کے ساتھ ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کی تھی) نے اپنی تفسیر ''التحریر والتنویر'' کے مقدمے میں بھر پور تنقیدی نظر ڈالی ہے،اور امام شاطبی کے ان دلائل کا جواب دیا ہے۔

اب ذیل میں ہم ان حضرات میں سے چند نمائندہ اہل علم کی آرا اور ان کے دلائل پر ایک تفصیلی نظر ڈالیں گے، جو اس طریقۂ تفسیر کی مخالفت کرتے ہیں۔گزشتہ صفحات کی طرح یہاں بھی ہم صرف ان حضرات کی آرا نقل کرنے پر اکتفا کریں گے اور ان پر اپنا تبصرہ آئندہ صفحات کے لیے محفوظ رکھتے ہیں۔

شیخ محمود شلتوت سابق شیخ الازہر:

آپ نے قرآن کی ایک مبسوط تفسیر تحریر فرمائی ہے اس تفسیر کے مقدمے میں آپ نے سائنسی

طریقۂ تفسیر سے اختلاف رائے کیا ہے۔

فرماتے ہیں:

ایک طائفہ نے جو دانشوروں کا طائفہ کہلاتا ہے علوم عصریہ سے استفادہ کیا اور سائنس، فلسفہ اور میڈیکل سائنس وغیرہ کے نظریات سے متاثر ہو کر اس کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنا شروع کر دی ان حضرات نے قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دیکھا: مافرطنا فی الکتب من شئ (ترجمہ: نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو) اور اپنے حسب منشا اس کی تاویل کر کے تفسیر قرآن کے میدان میں ایک نیا دروازہ کھول دیا اور علوم جدیدہ کی اساس پر قرآن کی تفسیر کرنے لگے اور یہ گمان کیا کہ اس طرح وہ قرآن کی خدمت کر رہے ہیں اور اسلام کے پرچم کو بلند کر رہے ہیں۔(۳۲)

اس کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

تفسیر قرآن کے سلسلے میں یہ نقطۂ نظر بلا شبہ خطا پر مبنی ہے اس لیے کہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا گیا کہ وہ سائنسی نظریات اور دقائق کو نیہ پر گفتگو کرے یہ نظریہ اس لیے بھی درست نہیں ہے کہ اس کے حامی قرآن کے معانی کی تاویل میں اُس تکلف اور تعسّف (کھینچ تان) سے کام لیتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ ذوق سلیم پر بار ہے بلکہ اعجازِ قرآنی کے منافی بھی ہے۔

اس نظریے کے بطلان کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح قرآن کو ایک دوڑ میں شامل کر دیا گیا ہے۔ سائنسی نظریات میں ثبات وقرار نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی رائے حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ سائنس میں آج ایک نظریہ درست ہوتا ہے تو کل وہ خرافات میں شامل کر دیا جاتا ہے اگر قرآن کو ہم سائنسی نظریات پر منطبق کرنا شروع کر دیں تو سائنس کی رفتار کے ساتھ ہمیں قرآن میں تقلّب و تبدّل یا کم از کم تکلف وتحکم کا دروازہ کھلا رکھنا پڑے گا ایسی کسی بھی صورت حال میں قرآن کا دفاع ایک انتہائی مشکل امر ہوگا لہٰذا ہمیں چاہیے کہ قرآن کی عظمت وجلالت کا احترام کریں اور اس کے تقدس کی حفاظت کریں۔ اب

رہیں وہ آیات جن میں اسرار خلق یا طبائع کونیہ کی طرف اشارات ہیں تو دراصل ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان ان اسرار وحقائق میں غور وفکر کرے تا کہ اس کے ایمان باللہ میں اضافہ ہو ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ نہ تو قرآن کبھی کسی حقیقتِ علمیہ واقعیہ سے متصادم ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہوگا۔(۳۳)

شیخ موصوف سائنسی تفسیر کی چند مثالیں دے کر ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر علم وتحقیق کا یہی حال رہا تو کوئی بعید نہیں کہ ہمارے ان عالی مرتبت مفسرین میں سے کوئی صاحب یہ دعویٰ بھی کردیں کہ ڈارون کا نظریۂ ارتقا قرآن کی فلاں فلاں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ڈارون نے یہ نظریہ اب آخری دور میں پیش کیا ہے جبکہ قرآن اس کو سیکڑوں سال قبل بیان کر چکا ہے۔(۳۴)

یہاں اس بات کی طرف اشارہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ شیخ موصوف نے یہ بات محض اپنی دلیل میں وزن پیدا کرنے کے لیے لکھی ہوگی ورنہ شاید ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ ہو کہ واقعی چند سال بعد ایک محقق یہ کارنامہ انجام دے دیں گے۔مصر کے ڈاکٹر صلاح الدین ابوالعینین نے ایک کتاب "حکایة البشر علمیاً" کے عنوان سے تصنیف کی جو مکتبہ شمس الفکر القاھرہ سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی،اس کتاب میں ڈاکٹر موصوف نے ڈارون کے ''نظریۂ ارتقا''پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے اس باطل نظریے کو قرآن کریم کی بعض آیات کے عین مطابق ثابت کرنے کی طفلانہ کوشش کی ہے۔ڈاکٹر حسنی حمدان الدسوقی نے اپنی کتاب ''الاعجاز'' میں ڈاکٹر ابوالعینین کے اس خلافِ اسلام نظریے کا تحقیقی رد کیا ہے۔(۳۵)

شیخ شلتوت اس بحث کے اختتام پر فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ چاند کا کیا معاملہ ہے کبھی غائب ہوجاتا ہے کبھی باریک ہوتا ہے کبھی پورا گول ہوجاتا ہے یعنی ایک حال پر نہیں رہتا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) ''دریافت کرتے ہیں آپ سے نئے چاندوں کے متعلق (کہ یہ کیوں کر گھٹتے بڑھتے ہیں) فرمایئے یہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے''۔(۳۶)

اسی طرح لوگوں نے روح کے متعلق سوال کیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی

(ترجمہ)''یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق (انہیں) بتایئے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور نہیں دیا گیا ہے تمہیں علم مگر تھوڑا سا''(۳۷)

کیا یہ آیات واضح طور پر دلالت نہیں کر رہی ہیں کہ قرآن ایسی کتاب نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ حقائق کونیہ اور دقائق علمیہ کی شرح فرمانا چاہتا ہے دراصل قرآن کتاب ہدایت ہے کتابِ اصلاح ہے اور کتابِ تشریع واحکام ہے۔ (۳۸)

علامہ عبدالعظیم الزرقانی:

علامہ موصوف ازہر کے شعبۂ تفسیر میں علوم قرآن کے پروفیسر تھے۔آپ نے ''مناهل العرفان فی علوم القران'' کے نام سے دو جلدوں میں بڑی معرکۃ الآرا کتاب تصنیف فرمائی ہے اس میں ''موقف القران من العلوم الکونیة'' کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کر کے سائنسی تفسیر کے عدم جواز پر آپ نے دلائل دیے ہیں۔

فرماتے ہیں:

قرآن نے اِن علوم کونیہ کو اپنا بنیادی موضوع نہیں قرار دیا ہے یہ اس لیے کہ یہ علوم قانونِ ارتقا کے آگے مجبور ہیں کہ ان میں بھی ارتقا ہو دوسرے یہ کہ ان علوم کی دقیق تفاصیل عام فہم انسانی سے بلند ہیں اور تیسرے یہ کہ قرآن کے اصل مقصود کے مقابلے میں یہ علوم اتنے اہم نہیں ہیں کیونکہ قران کا اصل مقصد انسانیت کی فلاح اور دنیوی و اخروی سعادتوں کی طرف انسان کی ہدایت و رہنمائی ہے۔

قران کتاب ہدایت و اعجاز ہے، لہٰذا یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ہم ہدایت و اعجاز کی حدود سے تجاوز کریں، اگر کہیں قرآن نے حقائق کونیہ کا ذکر بھی کیا ہے تو وہ بھی دراصل ہدایت کے لیے ہے اور یہ ''دلالۃ الخلق علی الخالق'' کی قبیل سے ہے۔حقائق کونیہ کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ قران ہیئت وفلکیات اور طبعیات و کیمسٹری کے حقائق علمیہ کی شرح کرے، نہ اس لیے ہے کہ اس سے حساب،

جبر ومقابلہ اور علم ہندسہ کا کوئی مسئلہ حل کیا جائے۔ نہ یہ مقصد ہے کہ علم طب میں ایک نئے باب اور تشریح الاعضا میں ایک نئی فصل کا اضافہ کیا جائے اور نہ یہ مقصد ہے کہ وہ علم حیوانات، نباتات یا طبقات الارض کے مسائل پر گفتگو کرے۔لیکن بعض محققین جن کو علوم قرآن اور اس کے معارف میں وسعت دینے کا شوق پیدا ہوا انہوں نے قرآن کو علوم کونیہ وعصریہ کے تناظر میں دیکھنا شروع کر دیا حالانکہ وہ اس عمل میں سراسر غلطی پر ہیں اور حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔اگر چہ اس سلسلے میں ان کی نیت اچھی اور جذبہ صادق ہے مگر نیت کی صحت اور جذبے کی صداقت اس بات کا جواز نہیں بن سکتے کہ آدمی خلافِ واقعہ بات بیان کرے اور اللہ کی کتاب پر ایسے معانی مسلط کر دے جو اس کے مقصدِ نزول سے میل نہ کھاتے ہوں بالخصوص ایسی صورت میں کہ جب قران نے خود متعدد مقامات پر اپنے مقصد نزول کا ببانگ دہل اعلان کیا ہو'۔(۳۹)

اس کے بعد آپ نے وہ آیات نقل فرمائی ہیں جن میں قرآن کا مقصد نزول اور اس کا منصب ہدایت وارشاد بیان کیا گیا ہے۔

کچھ آگے چل کر ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

جو تحقیقات کل کے علمائے ہیئت وفلکیات نے کی تھیں آج کے علما نے ان سب کو باطل قرار دے دیا۔کل علم طبعیات کے ماہرین نے جو کچھ کہا تھا آج کے علما اس کے مخالف نظریات پر قائم ہیں کل جو بات مؤرخین عالم نے ثابت کی تھی آج کے مؤرخین اس کی نفی کرتے ہیں کل کے مادہ پرستوں نے علم وعقل کے سہارے جن جن باتوں کا انکار کیا تھا آج کے مادہ پرست اُسی علم وعقل کے دعوے کے ساتھ ان سب کو تسلیم کر رہے ہیں اس سب کے بعد کیا یہ کسی طرح بھی مناسب ہے کہ ہم ان علوم کے سلسلے میں خود کو دھوکے میں رکھتے ہوئے کسی خوش فہمی کا شکار رہیں؟۔(۴۰)

عباس العقاد کی رائے:

عربی کے صاحبِ طرز شاعر، علوم اسلامیہ اور تاریخ کے ماہر، بلند پایہ مفکر وادیب عباس محمود

العقاد کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، وہ اپنی روشن خیالی یا بالفاظ دگر آزاد خیالی کے باعث اکثر علما کا ہدف تنقید بنتے رہے، ان کی بعض آرا سے ذاتی طور پر ہمیں بھی اتفاق نہیں مگر یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ اپنی تمام تر روشن خیالی اور تجدد پسندی کے باوجود اس طریقۂ تفسیر کے مخالف ہیں۔

ان کی کتاب ''الفلسفة القرآنية ''ہمارے پیش نظر ہے اس کے چند ضروری اقتباسات ہدیۂ قارئین ہیں۔

لکھتے ہیں:

> انسانی علوم کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جارہا ہے، جو ناقص تھا وہ کامل، جو گنجلک تھا وہ واضح اور جو منتشر تھا وہ مرتب ہورہا ہے۔ خطا، صواب کی حدود میں داخل ہو رہی ہے اور تخمین وشک یقین میں تبدیل ہورہے ہیں سائنسی قواعد تسلیم کے بعد انکار اور ثبوت کے بعد بطلان سے ہمکنار ہورہے ہیں جو حقائق حرفِ آخر سمجھے گئے تھے ان میں نئے سرے سے تجربات اور تحقیقات کا آغاز ہورہا ہے۔

اس تمہید کے بعد لکھتے ہیں:

> جب بھی کسی نسل کے سامنے کوئی نئی سائنسی تحقیق آئے تو کتاب عقیدہ سے یہ مطالبہ نہ کیا جائے کہ وہ اس تحقیق سے مطابقت رکھے نہ اس کتاب کے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ تم ان علوم وتحقیقات کا اپنی کتاب سے استخراج کر کے دکھاؤ کیونکہ کتاب عقیدہ کا یہ منصب ہی نہیں ہے۔(۴۱)

اس کے بعد انہوں نے بعض آیات کی سائنسی تفسیروں کی چند مثالیں دی ہیں اور ان میں غلطی کی نشاندہی کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ جن معانی کو ان آیات پر منطبق کیا گیا ہے وہ محض زبردستی ہے حالانکہ معانی آیات اور ان تحقیقاتِ جدیدہ کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

> درحقیقت یہ حضرات اسلام کے نادان دوست ہیں اور محبت کے دھوکے میں عداوت کر رہے ہیں اور نادانستگی میں اپنی خطا کو اسلام کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں۔ قرآن کے سلسلے میں اس قسم کے دعوئ تطبیق کی ہمیں ہرگز حاجت

نہیں ہے کیونکہ وہ ایک کتاب عقیدہ ہے جو ضمیر کو مخاطب کرتی ہے ایک کتابِ عقیدہ سے جو بہترین مطالبہ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ علم وحکمت میں غور وفکر کی دعوت دے اور اس کا کوئی حکم ایسا نہ ہو جو تفکر وتعقل کی ممانعت اور علم میں زیادتی کی مخالفت کرے اور ان سب باتوں کی ضمانت ایک مسلمان کے لیے اس کی کتاب میں موجود ہے۔ اسلام کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کے لیے معرفت کے دروازے کھولے ہیں اور ان کو حصول علم اور اس میں ترقی پر ابھارا ہے اور زمانے کی رفتار کے ساتھ علوم کی ایجادات کو قبول کرنے کی دعوت دی ہے نیز ذرائع تعلیم اور وسائلِ تحقیق وانکشاف کے تجدد پر بھی کوئی قدغن نہیں لگائی۔ (۴۲)

علامہ محمد حسین ذہبی کی رائے:

اُستاذ الاساتذہ علامہ ڈاکٹر محمد حسین ذہبی تفسیر اور علوم قرآن کے متخصص تھے اور جامعہ ازہر میں علوم قرآن کے پروفیسر تھے۔ آپ نے ''التفسیر والمفسرون'' کے عنوان سے اصولِ تفسیر اور تاریخ تفسیر پر بڑی معرکۃ الآرا کتاب تصنیف فرمائی ہے یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے، اس میں آپ نے سائنسی تفسیر پر محققانہ بحث کی ہے، پہلے آپ نے امام غزالی اور امام شاطبی سمیت فریقین کے دلائل نقل کیے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں:

میرے نزدیک امام شاطبی کی رائے درست ہے کیونکہ ان کے دلائل دوسرے فریق کے مقابلے میں زیادہ قوی ہیں (۴۳)

پھر آگے لکھتے ہیں:

اس طریقۂ تفسیر کے علم برداران آیات سے سند لاتے ہیں جن میں کائنات کی بعض حقیقتوں کی طرف اشارہ ہے یا وہ آیتیں جو انفس وآفاق کے مطالعے کی دعوت دیتی ہیں ان آیات سے استناد کرتے ہوئے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن میں علوم اولین وآخرین جمع کر دیے گئے ہیں درحقیقت یہ حضرات ان آیات کے معانی سمجھنے میں فہم خاطی کا شکار ہیں، اس لیے کہ جن آیات میں

> ملکوت السماوات والارض یا مطالعۂ انفس وآفاق کی طرف دعوتِ فکر دی گئی ہے ان کا مقصد صرف نصیحت، موعظت اور عبرت ہے تا کہ لوگ اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کریں اور اللہ کی قدرت ووحدانیت پر ایمان لائیں یہ مقصد نہیں ہے کہ علوم کونیہ اور علم سائنس کے سارے قوانین وضوابط اور نظریات ودقائق ان آیات میں تلاش کیے جائیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن کتاب طب وہندسہ نہیں ہے بلکہ کتاب ہدایت ہے۔ یہ حضرات اچھی طرح سمجھ لیں کہ قرآن اس قسم کے تکلف سے بے نیاز ہے جو اس کے اصل مقاصد یعنی اصلاح حیات، ریاضۃ النفس اور رجوع الی اللہ ہی سے قرآن کو خارج کیے دیتا ہے۔ یہ حضرات یہ بھی جان لیں کہ ان کے اور ان کی کتاب کے حق میں یہی بہتر ہے کہ زمانے کی رفتار کا ساتھ دینے اور اعجاز قرآنی کے اظہار کے شوق میں اپنی تفسیروں کے ذریعے قرآن کو بازیچۂ اطفال نہ بنائیں، قرآن کی فضیلت کے حق میں اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی کوئی نص صریح کسی بھی حقیقت ثابتہ صحیحہ سے متصادم نہیں ہے۔ (۴۴)

سائنسی تفسیر کے مخالف علما کی آرا اور ان کے دلائل ہم نے بلا تبصرہ نقل کیے، حامی علما کی طرح مخالف علما کی بھی نہ ہر بات سے اتفاق کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ہمیں ان سے صد فی صد اختلاف ہے، ان کی بعض باتیں قابل قبول ہیں اور کچھ میں ہمیں تأمل ہے، اب ہم دونوں فریقوں کے دلائل کا تنقیدی جائزہ لے کر کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

تنقیدی جائزہ:

سائنسی تفسیر کے حامی اور مخالف علما کے نظریات اور دلائل کا گہرائی سے تنقیدی جائزہ لیا جائے تو مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

[ا] یہ بات درست ہے کہ اعجازِ قرآنی مستمر اور مسلسل ہے نہ کسی زمانے میں قرآن اعجاز سے خالی ہوا نہ قیامت تک ہوگا، چونکہ وہ ہر دور اور ہر زمانے کے لیے ہے اس لیے اس کا اعجاز بھی ہر زمانے کے لیے ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہر زمانے کے لحاظ سے اس کے ظہورِ اعجاز کی شان مختلف ہو سکتی ہے۔ اس کی ہزاروں شانوں میں سے ایک شان کا اظہار سائنسی اعجاز کو بھی تسلیم کیا جا سکتا

ہے، لہٰذا مطلقاً سائنسی اعجاز کو خارج از امکان قرار دینا اور قرآن کے اعجاز کو صرف بلاغی یا لسانی اعجاز میں منحصر کردینا درست نہیں ہے بالکل اسی طرح جیسے اعجاز قرآنی کو صرف سائنسی اعجاز پر موقوف مان کر دیگر مظاہرِ اعجاز کو مسترد کردینا۔

[۲] یہ درست ہے کہ نص قرآنی کو ''حمّالة'' کہا گیا ہے، یعنی یہ ایک سے زیادہ معانی کی محتمل ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ایک ہی نص سے بیک وقت ایک سے زیادہ معانی کا استخراج کیا جاسکتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان پر کوئی قرینہ قائم ہو اور یہ مختلف معانی آپس میں متناقض و متضاد نہ ہوں بلکہ ان کے درمیان تطبیق ممکن ہو، یعنی ان معانی میں اختلاف تضاد نہ ہو بلکہ اختلاف تنوع ہو، لہٰذا اگر کسی آیت کے چند احتمالی معانی میں سے کوئی معنی بلا تکلف و تحکم کسی جدید ایجاد یا تحقیق کے مطابق ہو تو اس احتمال کو بالکلیہ رد کردینا اتنا ہی غلط ہے جتنا کہ باقی احتمالی معانی کو مسترد کرکے صرف مطابقت والے معنی پر اصرار کرنا۔

[۳] سائنسی تفسیر کے مخالفین کی اس بات سے ہمیں اتفاق ہے کہ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے، سائنس کی کتاب نہیں ہے اور جن جن مقامات پر قرآن نے انفس و آفاق یا حیات و کائنات کے مطالعے کی دعوت دی ہے ان کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ان آیات میں تأمل و فکر کرکے فزکس، کیمسٹری اور اسٹرانومی یا باٹنی کے مسائل کا استخراج کیا جائے، بلکہ ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان انفس و آفاق میں غور و فکر کیا جائے اور اس عالم رنگ و بو میں تدبّر و تفکر کرکے اس کے خالق و صانع کی قدرت و ربوبیت پر ایمان لایا جائے۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اگر کوئی حقیقت علمیہ اور نظریۂ کونیہ بلا تکلف و تحکم اور بغیر کھینچ تان کے کسی آیتِ کریمہ پر منطبق ہو تو بلا وجہ اس سے بھی منھ موڑ لیا جائے۔

[۴] مخالفین کی یہ بات بھی درست ہے کہ قرآن اس سے بے نیاز ہے کہ اس کی صداقت و صحت پر علوم جدیدہ سے سند اور دلیل لائی جائے۔ اب رہی یہ بات کہ اگر یہ نہ کیا جائے تو آخر ''خوگرِ پیکرِ محسوس'' اور دلیل و مشاہدہ کے عادی عقلیت پسند اور مادہ پرست انسان کو کیونکر قرآن کی صداقت کا قائل کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آج یورپ اور امریکا میں جو لوگ تیزی سے اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں ان میں اگر چہ ایسے ذی علم بھی ہیں جو اس قسم کی تطبیق و مطابقت کو دیکھ کر ایمان لائے ہیں مگر اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کو قرآن اور سائنس کی مطابقت نے نہیں

بلکہ قرآنی تعلیمات نے متاثر کیا ہے۔ انسانی حقوق کا احترام، تصور مساوات، نظریۂ رحمت و رافت، روحانی اور اخلاقی پہلو اور اعلیٰ انسانی اقدار کی طرف دعوت، یہ قرآن کے بعض وہ اوصاف ہیں جو لوگوں کے ذہنوں کو اپیل کرتے ہیں۔ یہ بات محض خوش اعتقادی پر مبنی نہیں ہے بلکہ دلیل میں ڈاکٹر احمد المرسی کی ترتیب کردہ کتاب ''لما ذا أنا مسلم''؟ (یعنی مَیں مسلمان کیوں ہوں) پیش کی جاسکتی ہے جو قاہرہ سے طبع ہوئی ہے۔ اس میں یورپ اور امریکہ کے مختلف شہروں کے سو (۱۰۰) ایسے افراد کا انٹرویو ہے جو گذشتہ ۱۰-۱۵ برسوں میں ایمان لائے ہیں یہ سب لوگ ذی علم اور پڑھے لکھے ہیں، کتاب پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صرف ۱۹ لوگ ایسے ہیں جو قرآن اور سائنس کی حیرت انگیز تطبیق دیکھ کر متاثر ہوئے، باقی سب لوگوں کو قرآن کی انہیں تعلیمات نے متاثر کیا ہے جن کا ہم نے ماقبل میں ذکر کیا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ آج اگر قرآن و سائنس کی تطبیق نہ دکھائی جائے تو لوگ کیونکر متاثر ہوں گے محض ایک مفروضہ اور واہمہ ہے۔ ہاں اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس قسم کی مطابقت سے اسلام کی دعوت وتبلیغ میں مدد ضرور لی جاسکتی ہے۔

[۵] اس طریقۂ تفسیر کے خلاف مخالفین کی جانب سے سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ سائنسی تحقیقات ونظریات میں ثبات وقرار نہیں ہے اگر ہم نے قرآن سے سائنس کی مطابقت وتطبیق کا دروازہ کھول دیا تو بڑی دشواری پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً آج ایک سائنسی نظریے کو قرآن کے مطابق ثابت کر دیا گیا کل اگر علم ومشاہدے کی بنیاد پر اس کے خلاف نظریہ قائم ہو گیا تو اب ہمارے سامنے دو راستے ہوں گے ایک تو یہ کہ ہم اس جدید تحقیق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور پرانے والے نظریے پر ہی اصرار کرتے رہیں اس صورت میں اربابِ تحقیق (جو ظاہر ہے کہ اپنے اس جدید نظریے کے حق میں تجربات ومشاہدات اور علمی وعقلی دلائل رکھتے ہوں گے) کی نظر میں قرآن کا اعجاز ثابت ہونے کی بجائے الٹا مذاق بن کر رہ جائے گا۔ دوسرا راستہ یہ ہوگا کہ اس جدید نظریے کو بھی قرآن کے مطابق ثابت کر دیا جائے۔ اس صورت میں وہ کتاب جو ہدایت واعجاز کے لیے آئی تھی ''کتاب تضاد'' بن کر رہ جائے گی۔

یہ اعتراض نہایت برجستہ اور منطقی ہے اس کا جواب استاذ محترم ڈاکٹر جمال مصطفیٰ مدظلہ کی اس تحریر میں تلاش کیا جاسکتا ہے:

قرآنی عبارات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک سے زیادہ معانی کی محتمل ہو

سکتی ہیں،اس خصوصیت نے قرآنی مدلولات کا دائرہ وسیع کر دیا ہے،اس بنیاد پر اگر کسی حقیقتِ علمیہ ثابتہ کی نظیر آیت کے محتمل معانی میں سے کسی ایک میں پائی جائے تو اس احتمال کو تسلیم کیا جا سکتا ہے،مگر اس پر جزم وقطعیت کا حکم لگانا درست نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ حقیقتِ علمیہ احتمالی معانی میں سے ایک میں داخل ہو رہی ہے، قرآن کی نص قطعی اس پر دلالت نہیں کرتی۔ اب اگر یہ حقیقتِ علمیہ زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ برقرار رہے تو ہم بھی اس احتمال کو تسلیم کرتے رہیں گے اور اگر اس کے خلاف پر کسی زمانے میں دلیل قائم ہو جائے تو بھی قرآن پر کوئی حرف نہیں آئے گا، کیونکہ ہم نے اس حقیقتِ علمیہ پر نص قطعی کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ قرآن نے ارشاد فرمایا ہے:

ومن كل شيءٍ خلقنا زوجين (ترجمہ) ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں۔آج کا جدید سائنسی نظریہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں دو متقابل قوتیں یا دو متقابل اجزا ہوتے ہیں، جن میں سے ایک کو الیکٹرون اور دوسرے کو پروٹون کہا جاتا ہے۔اب اگر اس نظریے کو قرآن پر منطبق کرتے ہوئے دعویٰ کیا جائے کہ آیت میں مذکور لفظ ''زوجین'' سے یہی الیکٹرون اور پروٹون مراد ہیں تو یہ طریقۂ تفسیر درست نہیں ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لفظ زوجین کے متعدد احتمالی معانی میں سے ایک معنی ان پر بھی منطبق ہوتا ہے،مگر آیت اس پر نص قطعی نہیں ہے،اب اگر یہ نظریہ قائم رہتا ہے تو ہم بھی اس احتمال کو تسلیم کرتے رہیں گے اور اگر کسی زمانے میں الیکٹرون اور پروٹون خرافات ثابت ہو جاتے ہیں تب بھی قرآن پر کوئی اثر نہیں ہوگا کیوں کہ قرآن نے ان پر نص وارد نہیں کی تھی۔(۴۵)

پروفیسر موصوف کا جواب بظاہر تو معقول لگتا ہے مگر اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے کہ "فيه مافيه"۔



قرآن اور سائنس میں تعارض کی حقیقت

قرآن جس ذات نے نازل فرمایا ہے اور یہ جس کا کلام ہے اسی ذات نے یہ پوری کائنات بنائی ہے اور اس کو کائنات کے ایک ایک ذرے کی خبر ہے، لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ قرآن میں کائنات کے بارے میں کوئی ایسی معلومات دی گئی ہو جو تحقیقات سے غلط ثابت ہو جائے۔ اگر کہیں بظاہر قرآن کی کسی آیت اور کسی سائنسی نظریے میں تعارض نظر آ رہا ہو تو یا تو قرآن کریم کی اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں خطا ہوئی ہے یا پھر وہ سائنسی نظریہ غلط ہے۔ بہت مشہور جملہ ہے کہ "لا تعارض بین صحیح المنقول و صریح المعقول" یعنی صحیح منقول اور صریح معقول کے درمیان تعارض ممکن نہیں ہے۔

ابن رشد الاندلسی اپنی کتاب "فصل المقال فیما بین الحکمة والشریعة من الاتصال" میں لکھتے ہیں:

> واذا کانت ھٰذہ الشریعة حقاً وداعیة الی النظر المؤدی الی معرفة الحق فاِنّا معشر المسلمین نعلم علی القطع انه لا یؤدی النظر البرھانی الی مخالفة ما ورد به الشرع فاِن الحق لا یضاد الحق بل یوافقه ویشھد له(۴۶)
>
> ترجمہ: جب یہ شریعت حق ہے اور اس نظر وفکر کی طرف داعی ہے جس نظر وفکر کے ذریعے حق کی معرفت حاصل ہوتی ہے، تو ہم مسلمان قطعی طور پر اس بات کو جانتے ہیں کہ جو کچھ شریعت میں وارد ہے نظر برہانی اس کی مخالفت کی طرف ہرگز رہنمائی نہیں کرے گی، اس لیے کہ حق، حق کا معارض نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کا موافق ہوتا ہے اور اس (کی صحت) پر گواہی دیتا ہے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر احمد عمر ابوحجر فرماتے ہیں:

''سائنسی تحقیقات'' کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا:

[ا] سائنسی مفروضہ

[۲] سائنسی نظریہ

[۳] سائنسی حقیقت۔

سائنسی مفروضہ اور سائنسی نظریہ قابل تبدیل ہوتے ہیں اور کبھی بظاہر قرآنی آیات سے متصادم بھی ہوتے ہیں مگر بعض نظریات مسلسل تحقیقات، تجربات اور مشاہدات کے عمل سے گزرتے ہوئے بالآخر سائنسی حقیقت میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور کوئی حقیقت علمیہ ثابتہ کسی بھی حال میں قرآن کریم سے متعارض نہیں ہوسکتی، ہاں کبھی کبھی بعض سائنسی نظریات قرآن کی بعض آیات سے متعارض نظر آتے ہیں اور یہ تعارض اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نظریات ابھی ناپختہ ہیں، ان کے استنباط میں کہیں نہ کہیں انسانی عقل نے دھوکا کھایا ہے۔(۴۷)

شیخ مصطفیٰ المراغی لکھتے ہیں:

ان حقائق العلم لا تتنافی مع القرآن ابداً ،ولکن النظریات العلمیة التی لم تستقر بعد بأدلة یقینیة ثابتة قد تختلف۔(۴۸)

ترجمہ: سائنسی حقائق کسی بھی حال میں قرآن کے ساتھ متعارض نہیں ہوسکتے، ہاں وہ سائنسی نظریات جو ابھی ادلۂ یقینیہ ثابتہ کے ذریعے مستقر نہیں ہوئے ہیں وہ کبھی قرآن سے متعارض ہوجاتے ہے۔

☆☆☆

سائنسی تفسیر کے سلسلے میں بعض بے اعتدالیاں

سائنسی تفسیر کے پرجوش حامیوں سے اس سلسلے میں بعض بے اعتدالیاں بھی صادر ہوئی ہیں جن سے بہرحال اتفاق نہیں کیا جاسکتا، مثلاً:

[۱] یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر سائنسی نظریے کو قرآن کے مطابق ثابت کر دکھایا جائے اور اگر بعض سائنسی نظریات کو قرآن کے مطابق نہ دکھایا گیا تو گویا قرآن کی صداقت میں شک واقع ہوجائے گا، لیکن سائنسی تفسیر سے متعلق کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ اس طریقۂ تفسیر کے حامیوں نے گویا قسم کھالی ہے کہ سائنس کا ہر نظریہ خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ

ہواس کوقرآن کریم کے مطابق ضرور ثابت کر دکھائیں گے، بلکہ بعض وہ تحقیقات جو ابھی صرف ایک مفروضے سے آگے نہیں بڑھی ہیں اور خود سائنسدانوں کے درمیان اس میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں، ایسے پادر ہوا مفروضوں کو بھی ہمارے ان مفسرین نے قرآن کریم کے عین مطابق ثابت کر دکھانے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔اس انتہا پسندی اور بے اعتدالی نے مزید چند بے اعتدالیوں کو جنم دیا، جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

[۲] جب ہر سائنسی نظریے اور قرآن کریم کے درمیان تطبیق کی ٹھہری تو پھر قرآن کی آیتوں میں بے جا تاویل اور کھینچ تان کا دروازہ بھی کھولنا پڑ گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ آیت کے سیاق وسباق اور اس کے شان نزول وغیرہ سے بالکل قطع نظر کر کے اس آیت کی تفسیر کی جانے لگی، بلکہ اگر کبھی کسی سائنسی مفروضے کو قرآن کریم کے مطابق ثابت کرنے میں ضرورت پڑی تو عربی لغت اور نحوی وصرفی قواعد کی مخالفت سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

[۳] سائنسی تفسیر کرنے والے بعض جدید مفسرین کی عادت یہ ہے کہ وہ جب کسی آیت کا مفہوم بیان کرتے ہیں تو یہ تأثر دیتے ہیں کہ نزول قرآن سے لے کر آج تک اس آیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا گیا۔اب سائنس کی مدد سے اس آیت کا مفہوم واضح ہوا ہے اور اس سے قبل جتنے بھی علما اور مفسرین گزرے سب نے اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہے۔کسی آیت کے معنی ومفہوم کے سلسلے میں از اول تا آخر پوری امت کو خاطی یا جاہل گردانا کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔ بالخصوص وہ آیات جن کی تفسیر رسول معصوم سے بروایات صحیحہ منقول ہو ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا صحیح معنی اور اللہ کی مراد اب ہم نے سمجھی ہے اس سے پہلے لوگ کم علمی کی وجہ سے اس کو غلط سمجھتے آرہے تھے یہ بہت سنگین جرم ہے، بقول یوسف قرضاوی ''اس طریقۂ تفسیر کو اس شرط پر قبول کیا جاسکتا ہے کہ یہ قدیم تفاسیر پر ایک اضافہ ہو، نہ یہ کہ یہ طریقۂ تفسیر قدیم تفاسیر پر خط تنسیخ کھینچ دے۔(۴۹)

☆☆☆

سائنسی تفسیر کے رواج کے اسباب

جیسے جیسے علم وتحقیق کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے ویسے ویسے سائنسی تفسیر کا رواج بھی بڑھتا جارہا

ہے، گزشتہ ۲۰، ۲۵ برسوں میں اس موضوع پر اتنی کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان کو جمع کر لیا جائے تو صرف انہیں کتابوں سے ایک لائبریری تیار ہو جائے، سائنسی تفسیر کے اس بڑھتے ہوئے رواج پر غور کیا جائے تو اس کے چند بنیادی اسباب سامنے آتے ہیں:

[۱] چونکہ جدید ذہن کو اس طریقے سے اسلام کی دعوت دینے میں مدد ملتی ہے لہٰذا اس طریقۂ تفسیر کے رواج پانے میں اس خیال کا بھی ایک اہم رول ہے کہ اس طرح ہم اسلام کی عظیم الشان خدمت کر رہے ہیں، اس میں سائنسی تفسیر کے بعض حامیوں کے خلوص اور تبلیغ اسلام میں ان کے جذبۂ صادق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

[۲] ہمارا یہ اعتقاد کہ قرآن میں علوم اولین وآخرین جمع کر دیے گئے ہیں، اس اعتقاد نے بھی اس قسم کی تفسیروں کے رواج میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔

[۳] بعض لوگوں کا جدید سائنسی تحقیقات اور ترقی سے حد سے زیادہ متأثر اور مرعوب ہونا، ان کے نزدیک حق و باطل کا معیار صرف سائنس ہے جو چیز سائنس کے معیار پر کھری اترے وہ ان کے نزدیک حق ہے اور جو سائنس کے مزعومہ معیار پر پوری نہ ہو وہ خرافات میں شامل ہے لہٰذا ان کے نزدیک قرآن کی صداقت کے لیے یہ ضروری قرار پایا کہ اس کی ہر آیت جدید سائنس کے مطابق ہو، یہ لوگ سائنس سے اس قدر مرعوب ہیں کہ کوئی سائنسی مفروضہ بھی اگر کسی آیتِ کریمہ سے متعارض ہوتا ہو تو یہ حضرات آیت میں تاویل ضروری سمجھتے ہیں، یہ مرعوب ذہنیت بھی سائنسی تفسیر کے رواج کا ایک اہم سبب ہے۔

[۴] مسلمانوں کے زوال اور مغرب کی ترقی نے مسلمانوں کو ایک طرح احساس کمتری کا شکار کر دیا، سائنسی تفسیر کے رواج میں اس احساس کمتری اور شکست خوردہ ذہنیت نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ گویا ہم جب کسی سائنسی تھیوری کو قرآن کے مطابق ثابت کرتے ہیں تو اس کے پیچھے کہیں نہ کہیں یہ احساس بھی شامل ہوتا ہے کہ اے سائنسدانو! ہم تمہارے مقابلے میں غیر ترقی یافتہ ہی سہی لیکن تم اپنی تحقیقات کے بعد جس نتیجے تک اب پہنچے ہو وہ ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ہماری آسمانی کتاب یہ بات آج سے سیکڑوں سال پہلے کہہ چکی ہے۔ اس خیال سے ہم اپنی شکست کے احساس سے کچھ دیر کے لیے نجات حاصل کر لیتے ہیں اور نفسیاتی طور پر ہم مغرب کے مقابلے میں اپنی برتری کے احساس سے سرشار ہو جاتے ہیں۔

یہ ہیں وہ اسباب جن کی وجہ سے دن بدن سائنسی تفسیر کا رواج زور پکڑتا جا رہا ہے۔(۵۰)



سائنسی تفسیر کے جواز کے لیے کچھ شرائط

گزشتہ بحثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بہر حال سائنسی تفسیر کے جواز اور فائدے سے بالکلیہ انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس کے جواز کے لیے کچھ حدود اور شرائط ہونا ضروری ہے تا کہ قرآن کریم کو بازیچۂ اطفال بنا کر اس کے تقدس سے کھلواڑ نہ کیا جا سکے۔

اس سلسلے میں محتاط علما و محققین نے کچھ شرائط وضع کی ہیں۔ یہاں ہم ان میں سے بعض شرائط کا ذکر کریں گے۔

[۱] نصوص قرآن اپنے ظاہر پر ہیں ان میں تاویل صرف اسی صورت میں جائز ہے جب کوئی صارف قطعی موجود ہو، بغیر صارف قطعی تاویل اور بلا وجود قرینہ حقیقی معنی سے مجاز کی طرف نص کو پھیرنا جائز نہیں ہے، کوئی سائنسی مفروضہ یا نظریہ کسی بھی حال میں صارف قطعی اور قرینۂ قویہ قرار نہیں دیا جا سکتا کہ صرف اس سائنسی نظریے کی تطبیق کی خاطر خواہ مخواہ نص کو ظاہر سے پھیرا جائے یا حقیقی معنی سے مجازی معنی کی طرف عدول کیا جائے۔ سائنسی تفسیر کے حامیوں نے اس شرط کو نظر انداز کر دیا جس کی وجہ سے قرآن کریم میں بے جا تاویلات کا دروازہ کھل گیا۔

[۲] جب کسی سائنسی نظریے کی کسی آیت سے مطابقت ثابت کرنا ہو تو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اس موضوع سے متعلق قرآن کریم میں اور کتنی آیات ہیں، ان تمام آیات کو جمع کر کے ان پر غور کیا جائے اور پھر ایک معنی متعین کیا جائے، اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو ممکن ہے کہ ایک موضوع سے متعلق ایک آیت تو اس سائنسی نظریے کے مطابق ہو جائے لیکن اسی موضوع سے متعلق دوسری آیت کے الفاظ ان معانی کے متحمل نہ ہوں، اس طرح قرآن کریم تضادات کا مجموعہ بن کر رہ جائے گا۔

[۳] اس سلسلے میں ایک بہت اہم شرط یہ ہونا چاہیے کہ جب تک کوئی سائنسی تحقیق ''سائنسی حقیقت'' کے درجے کو نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس کی توفیق وتطبیق کی کوشش نہیں کی جانی چاہیے، کیونکہ جیسا کہ ابھی گزرا کہ سائنسی مفروضات اور سائنسی نظریات میں ثبات وقرار نہیں ہے، لہٰذا ایسے کسی بھی مفروضے یا نظریے کو قرآن کے مطابق ثابت کرنا قرآن کی صداقت کو

مشکوک بنا دینے کے مترادف ہے۔

[۴] قرآنی آیات کے مدلولات کا دائرہ اگرچہ وسیع ہے مگر اس کا خیال رکھنا ہوگا کہ قرآنی الفاظ کے صرف انہیں معانی کا استخراج کیا جائے جن پر وہ لفظ عصرِ نزولِ قرآن میں دلالت کرتے ہوں، مفردات قرآنی کے ان معانی سے تجاوز نہیں کیا جائے گا جو عصر نزول میں مستعمل تھے، مثلاً عصر نزول میں لفظ ''ساعت'' کے چند معانی تھے مگر اب جدید عربی میں ''ساعت'' وقت معلوم کرنے کے ایک آلے یعنی گھڑی کو بھی کہتے ہیں، اب اگر یہ کہا جائے کہ گھڑی کا ذکر قرآن میں موجود ہے تو یہ درست نہیں ہوگا۔

[۵] قرآن اور سائنس کی تطبیق کے وقت نحوی اور صرفی قواعد اور اصولِ بلاغت کی رعایت کرنا بھی ضروری ہے، قرآن کی زبان اس کا سب سے بڑا اعجاز ہے، لہٰذا ایسے معانی کا استخراج جائز نہیں ہے جن کی وجہ سے نحوی وصرفی قواعد کی مخالفت یا اصول بلاغت سے خروج لازم آئے۔

[۶] تطبیق کے وقت آیت کے سیاق وسباق اور اس کے شانِ نزول کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اگرچہ علم تفسیر کا یہ قاعدہ ہے کہ العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب ''(یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار کیا جائے گا نزول کے سبب خاص کا نہیں) مگر اس قاعدے کی تطبیق کے بھی کچھ قواعد ہیں، یہ درست نہیں ہے کہ ہر جگہ اس قاعدے کو چسپاں کر دیا جائے اور صرف سائنس کی مطابقت کے شوق میں آیت کے سیاق وسباق اور سبب نزول سے بالکل صرف نظر کر لیا جائے۔(۵۱)

اگر مذکورہ شرائط کے ساتھ کوئی سائنسی حقیقت کسی قرآنی آیت کے مطابق ہو رہی ہے تو اس تطبیق کو قبول کیا جا سکتا ہے، اس کو بلا وجہ رد کرنے کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ قرآن کی سائنسی تفسیر کے وقت لوگ ان شرائط کا لحاظ نہیں کرتے جس کے نتیجے میں قرآن کی عجیب وغریب تفسیریں سامنے آرہی ہیں، انہیں مضحکہ خیز تفسیروں کی وجہ سے بعض علما نے بڑی شدت سے اس طریقۂ تفسیر کو سرے سے خارج ہی کر دیا، جیسا کہ ہم نے مقالے کی ابتدا میں ان حضرات کی آرا نقل کی تھیں۔ یہاں ہم ایسی ہی کچھ تفسیروں کی نشاندہی کریں گے جو ان شرائط کے فقدان کی وجہ سے نا قابل قبول ہیں۔

☆☆☆

غیر مقبول سائنسی تفسیر کی کچھ مثالیں

[۱]قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

ویقذفون بالغیب من مکان بعید(۵۲)

(اور دور سے بن دیکھے کہہ گزرتے ہیں)

جدید تحقیقات اور موجودہ ٹیکنالوجی کی روشنی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ڈاکٹر صلاح الدین خطاب نے کہا کہ دراصل اس آیت سے ٹیلی فون، ٹیلیگراف، ٹی۔وی اور ریڈیو وغیرہ کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ ان جدید آلات کی مدد سے دور بیٹھے ایک مکان سے دوسرے مکان تک آواز یا تصویر پہنچائی جا سکتی ہے۔(۵۳)

اس تفسیر میں نہ صرف یہ کہ آیت کے سیاق وسباق کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے بلکہ عربی زبان کے محاورے سے بھی قطع نظر کر لیا گیا ہے۔ یہ پوری آیت اور اس سے قبل کی دو آیتیں یہ ہیں:

ولو تریٰ اِذ فَزعوا فلا فوت واُخذوا من مکان قریب۔وقالوا اٰمنّابه وانّی لهم التناوش من مکان بعید وقد کفروا به من قبل ویقذفون بالغیب من مکان بعید(۵۴)

کاش تم دیکھو جب یہ گھبرائے ہوں گے بچ نکلنے کی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی سے پکڑ لیے جائیں گے اس وقت کہیں گے ہم ایمان لے آئے ان پر، لیکن اب یہ کیوں کر پا سکتے ہیں ایمان کو اتنی دور جگہ سے، حالانکہ وہ کفر کرتے رہے ان سے(حضورﷺ سے) اس سے پہلے اور دور سے بن دیکھے یاوہ گوئیاں کرتے رہے۔

اس آیت کی تفسیر میں ضیاء الامت پیر کرم شاہ ازہری فرماتے ہیں:

یعنی آج ایمان لانے کا کیا فائدہ، دنیا میں تو وہ ہمارے رسول کے ساتھ کفر ہی کرتے رہے اور ان کی دل آزاری میں مشغول رہے، میرے نبی مکرمﷺ کے کمالات کا انکار کرنے کے سوا ان کا کوئی مشغلہ ہی نہ تھا۔ جب کوئی شخص لایعنی باتیں کرتا ہے اور ہرزہ سرائی کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں یقذف بالغیب

العرب تقول لكل من تكلم بما لا يحققه:هو يقذف و يرجم بالغيب۔
کفار کا بھی یہی حال ہے بغیر کسی عقلی دلیل کے اپنے کفریہ عقائد پر اڑے ہوئے ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں، کبھی قرآن کو من گھڑت افسانہ کہتے ہیں، کبھی قیامت کے عقیدے کا مذاق اڑاتے ہیں ''من مکان بعید'' کہہ کر ان کی بے ہودہ گوئی کی مزید توثیق کر دی کہ ایک تو اندھیرے میں تیر مار رہے ہیں دوسرا نشانے سے بہت دور کھڑے ہو کر۔ کیا ایسے تیر اندازوں کا تیر بھی نشانے پر لگ سکتا ہے؟ یہی حال ان لوگوں کا ہے، اس آیت میں بھی روز محشر میں جو ان کا حال ہوگا اس کو بیان کیا گیا ہے۔(۵۵)

آپ نے دیکھا کہ اول تو ڈاکٹر صلاح الدین خطاب نے اس آیت کے سیاق وسباق کو بالکل نظر انداز کر دیا، اور پھر ''یقذفون بالغیب'' جو ایک محاورہ ہے اور لغت عرب میں اس کا ایک مخصوص معنی ہے اس سے بھی صرف نظر کر لیا۔

دابۃ الارض اور سیٹیلائٹ:

[۲] قرآن کریم میں ایک جگہ علامات قیامت کے بیان میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

واذا وقع القول عليهم اخرجنا لهم دآبة من الارض تُكلمهم ان الناس كانوا باياتنا لا يوقنون(۵۶)

ترجمہ: اور جب ہماری بات کے ان پر پورا ہونے کا وقت آجائے گا تو ہم نکالیں گے ان کے لیے ایک چوپایہ زمین سے جو ان سے گفتگو کرے گا۔

یہاں ''دابّة'' یعنی چوپائے کا ذکر ہے جو قرب قیامت کے وقت ظاہر ہوگا اور انسانوں کی طرح ان سے گفتگو کرے گا، اس چوپائے کے ظہور کے سلسلے میں صحیح احادیث موجود ہیں، لہٰذا عربی زبان میں "دابة" کا جو ظاہری اور حقیقی معنی ہے یہاں وہی مراد لیا جائے گا، اور اس لفظ میں تاویل کرنے یا اس کے مجازی معنی کی طرف عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لیکن سائنسی تفسیر کے ایک پرجوش حامی عبدالرزاق نوفل نے اس معنی کو رد کرتے ہوئے لفظ ''دابہ'' کا ایک جدید معنی بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ دراصل وہ چوپایہ جو زمین سے نکل کر انسانوں سے بات کرے گا اس سے مراد مصنوعی سیارے (سیٹیلائٹ) ہیں کیوں کہ یہ مصنوعی سیارے زمین سے نکال کر فضا میں

پہنچائے جاتے ہیں اور وہاں سے کائنات کے اسرار کے بارے میں انسانوں کو خبر دیتے ہیں، یہ خبر دینا ہی گویا ان کا انسان سے کلام کرنا ہے۔(۵۷)

اس تفسیر میں نہ صرف یہ کہ لفظ ''دابہ'' کے مقررہ معانی کے دائرے سے تجاوز کیا گیا ہے اور نحوی قاعدے کو نظر انداز کیا گیا ہے بلکہ آیتِ کریمہ کی تفسیر ماثور سے بھی صرف نظر کر لیا گیا ہے۔ صحیح احادیث میں جہاں علامات قیامت کا ذکر ہے وہاں بہت واضح الفاظ میں اس چوپائے کے ظاہر ہونے اور اس کے انسان سے کلام کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

امام مسلم حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اس کے متعلق دس نشانیاں نہ دیکھ لو، دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول، یاجوج ماجوج کا ظہور، تین جگہ زمین کا دھنسنا، (مشرق میں، مغرب میں، اور جزیرۂ عرب میں) اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی۔(۵۸)

امام مسلم ہی نے ایک اور روایت نقل فرمائی ہے:

> عن عبداللہ بن عمر سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اوّل الآیات خروجاً طلوع الشمس من مغربھا و خروج الدابۃ علی الناس ضحی وایتھا کانت قبل صاحبتھا فالاخریٰ علی اصرھا قریباً(۵۹)
>
> ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی آولین علامتوں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت دابہ (چوپایہ) کا نکلنا ہے، ان دو میں جو بھی پہلے واقع ہوا دوسرا فوراً اس کے بعد ہوگا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ چوپائے کا نکلنا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دونوں نشانیاں زمانے کے اعتبار سے قریب قریب ہوں گی۔ اگر مصنوعی سیاروں کے ظہور کو ہی دابۃ الارض مان لیا جائے تو پھر اب تک تو سورج مغرب سے طلوع ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ سیٹلائٹ کی ایجاد کو لگ بھگ چار دہائیاں ہونے کو آئیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیت کریمہ میں ''اذا'' حرف شرط اور ''اخرجنا'' جواب شرط واقع ہوا ہے، یعنی جب ہماری بات پورا

ہونے کا وقت آئے گا تو دابہ نکالیں گے، لہٰذا آیت کا معنی متعین کرتے وقت اس نحوی ترکیب کی رعایت بھی ضروری ہے، اور پھر دابہ اگر چہ وضع اول کے لحاظ سے رینگنے والے کیڑے کو کہتے ہیں مگر عربی میں اس کے معنی میں تعمیم کر کے ہر ذی روح حیوان پر دابہ کا اطلاق ہوتا ہے، لہٰذا اگر کسی مشین اور غیر ذی روح آلے پر لفظ دابہ کا اطلاق کیا جائے تو یہ اس لفظ کے مقررہ معانی کی حدود سے تجاوز کرنا ہوگا۔(۶۰)

ان سب وجوہات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ آیت کی یہ تفسیر نا قابل قبول ہے۔

سات آسمان اور کہکشائیں:

[۳] قرآن کریم میں سبع سمٰوات (سات آسمان) کا متعدد مقامات پر تذکرہ آیا ہے، قرآن کریم میں وارد اس لفظ کی بھی مختلف فلکیاتی اور سائنسی تفسیریں کی گئی ہیں مگر کوئی تفسیر ایسی نہیں ہے جو اعتراض سے خالی ہو۔ قدیم وجدید علمائے ہیئت وفلکیات نے اس لفظ کا کوئی مناسب مدلول تلاش کرنے کی ہر چند کوششیں کی ہیں مگر اس کی کوئی توجیہ ایسی نہیں ہے جو عربی قواعد، عربی لغت، اور سائنسی تحقیقات سب کے مطابق ہو۔ ایسی صورت میں علمائے راسخین نے یہی فرمایا ہے کہ سبع سمٰوات کے وجود پر ہمارا ایمان ہے مگر اس کی صحیح کیفیت ہمیں نہیں معلوم۔ ابھی انفس وآفاق کے سلسلے میں انسان کا علم ارتقا پذیر ہے، ممکن ہے ۵۰/یا ۱۰۰/سال یا اس کے بعد جب انسان کائنات کے کچھ اور رازوں سے پردہ اٹھالے اور آسمانی دنیا کے دیگر پوشیدہ حقائق اجاگر ہوں تو شاید اس لفظ کے حقیقی مدلول تک ذہن انسانی کی رسائی ہو جائے۔ اس لفظ کے سلسلے میں قدیم علمائے ہیئت اور جدید سائنس دانوں نے اب تک جو تحقیقات کی ہیں یہاں ہم اس کا ایک سرسری جائزہ لیں گے۔

سمٰوات یہ ''سماء'' کی جمع ہے، امام راغب اصفہانی کے بقول سماء کا لغوی معنی ہے ''سماء کل شئی اعلاہ'' یا ''کل ما یعلو غیرہ'' (۶۱) یعنی ہر وہ چیز جو کسی چیز کے اوپر ہو۔ لفظ سماء قرآن کریم میں متعدد معانی کے لیے آیا ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

(الف) چھت

(ب) بادل

(ج) بارش

(د)جہت علو

(ھ)فضا،محیط وغیرہ۔

لفظ سمٰوات بھی قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے اور کہیں یہ سبع (سات) کی قید کے ساتھ آیا ہے۔ آسمانوں کے بارے میں قدیم یونانی ہیئت دانوں کا نظریہ یہ تھا کہ آسمان نو ہیں، جس میں سب سے اوپر والے آسمان کو فلک الافلاک یا فلک الاطلس یا محدد الجہات کہتے ہیں، اس کے بعد فلک الثوابت ہے جس کو فلک البروج بھی کہتے ہیں، اس آسمان میں تمام تر ستارے اور کہکشائیں ہیں، اس کے بعد بالترتیب سات سیاروں کے سات آسمان ہیں، فلک زحل، فلک مشتری، فلک مریخ، فلک شمس، فلک زہرہ، فلک عطارد اور فلک قمر، اس آخری فلک کو جس میں چاند ہے سمائے دنیا بھی کہتے ہیں۔(۶۲)

پھر ان تمام افلاک کی ساخت وغیرہ کے سلسلے میں ان کے اپنے اندازے تھے، جو اب جدید سائنس کی روشنی میں اوہام وخرافات کے زمرے میں آچکے ہیں۔ جب یونانی علوم ترجمہ ہو کر عربوں کے پاس آئے تو اپنے ساتھ بطلیموس کی ہیئت بھی لے کر آئے، اب مسلمان حکما کے سامنے ایک مسئلہ یہ کھڑا ہو گیا کہ قرآن صراحتاً سات آسمانوں کی خبر دے رہا ہے مگر یونانی ہیئت کے مطابق آسمان نو ہیں۔ ان حکما کی بھی وہی کمزوری تھی جو آج ہمارے جدید سائنسی مفسرین کی ہے کہ یہ لوگ یونانی علوم سے اس درجہ مرعوب ومتاثر تھے کہ اس کی ہر بات بے چون وچرا درست تسلیم کرتے تھے اور اگر فلسفے کا کوئی نظریہ قرآن سے متعارض ہوتا تو وہ لوگ قرآن کریم میں تاویل کر دیا کرتے تھے، لہٰذا جب قرآن کے سات آسمان کے نظریے اور یونان کے نو آسمان کے نظریے میں تعارض ہوا تو ان حکما نے قرآن میں تاویل اور کھینچ تان کر کے اس کو فلسفے کے مطابق کر دیا اور یہ کہا کہ قرآن میں وارد سات آسمان تو وہ ہیں جو سات سیاروں کے آسمان ہیں رہا آٹھواں آسمان یعنی فلک البروج تو یہ وہ ہے جس کو قرآن نے کرسی کہا ہے اور نواں آسمان یعنی فلک الافلاک وہ ہے جس کو قرآن نے عرش کہا ہے، کرسی آٹھواں آسمان ہے اور عرش نواں آسمان ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ابن سینا نے قرآن کی ایک آیت میں عجیب وغریب تاویل کر دی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

ویحمل عرش ربك فوقھم یومئذ ثمانیة(۶۳)

ترجمہ: اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔

ابن سینا نے کہا کہ دراصل یہاں آٹھ فرشتے نہیں بلکہ آٹھ آسمان مراد ہیں جن کے اوپر نواں آسمان یعنی عرش ہے(۶۴) یہ تاویل کئی اعتبار سے نا قابل قبول ہے۔ اولاً تو یہ آیت قیامت کے احوال کے بارے میں ہے جس پر اس کا سیاق وسباق دلالت کر رہا ہے، اور پھر ''ثمانیۃ'' سے افلاک نہیں بلکہ فرشتے ہی مراد ہیں اس سلسلے میں اس کے قبل کی آیت میں واضح اشارہ موجود ہیں۔

اسی لیے ماہر فلکیات علامہ بہاء الدین عاملی نے اپنی کتاب ''تشریح الافلاک'' کے حاشیۂ منھیہ میں صراحت کی ہے کہ:

ظاھر القرآن انحصار الافلاك فی السبع وضم الكرسی والعرش الی الافلاك جاء علیٰ مذاق الحكماء القائلین بالتسع ولیس لھم علی ذلك برھان(۶۵)

ترجمہ: قرآن کا ظاہر یہی ہے کہ آسمان سات ہی میں منحصر ہیں، عرش اور کرسی کو افلاک کے ساتھ ملانا یہ ان حکما کے ذوق کے مطابق ہے جو نو آسمانوں کے قائل ہیں، حالانکہ ان کے پاس اس کے لیے کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے۔

۲۰/ویں صدی کے شروع میں جدید اسٹرانومی نے نو آسمانوں کے یونانی نظریے کو غلط قرار دیتے ہوئے آسمان نام کی کسی بھی چیز سے انکار کر دیا تو پھر ایک بار قرآن کے فرمان سبع سمٰوات اور سائنس میں تعارض ہو گیا، اس تعارض کو دور کرنے کے لیے ایک بار پھر قرآن کو تاویل اور کھینچ تان کا تختۂ مشق بنا لیا گیا اور یہ تاویل کی گئی کہ دراصل سات آسمان سے سات سیارے مراد ہیں۔

علامہ جلال الدین القاسمی دمشقی (متوفی ۱۹۱۴ء) اپنی کتاب ''محاسن التاویل'' میں لکھتے ہیں:

اعلم ان لفظ السماء یطلق لغة علیٰ كل ما علا الانسان،فاِن ھذا اللفظ من السمو وھو العلو،فسقف البیت سماء،والكواكب سمٰوات،فالسمٰوات السبع المذكورة كثیراً فی القرآن الشریف ھی

السيارات السبع،وهی طباق ای ان بعضها فوق بعض لان فلك كل منها فوق فلك غيره(٦٦)

ترجمہ: لفظ سماء کا اطلاق ہراس چیز پر ہوتا ہے جوانسان کے اوپر ہو، یہ لفظ سمو سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی ہے،لہٰذا گھر کی چھت بھی سماء ہے اور سیارے بھی سماء ہیں،قرآن شریف میں کئی جگہ جو سات آسمان وارد ہوا ہے، وہ یہی سات سیارے ہیں،اور وہ طباق یعنی ایک کے اوپر ایک ہیں،اس لیے کہ ان میں کے ہر ایک کا فلک دوسرے کے فلک کے اوپر ہے۔

سات آسمان کی یہ تاویل بھی نا قابل قبول ہے،جس کی چند وجوہ ہیں:

(الف) اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

الم تروا كيف خلق الله سبع سمٰوات طباقاً وجعل القمر فيهن نوراً(٦٧)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسے پیدا کیا ہے سات آسمانوں کو تہہ بہ تہہ اور بنایا ہے چاند کو ان میں روشنی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند کو آسمانوں کے اندر روشنی بنایا ہے،اگر چاند (جو سات سیاروں میں سے ایک ہے) کو ان سات آسمانوں میں سے ایک مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ مجعول اور مجعول فیہ ایک ہی ہو جائیں،اور یہ محال ہے۔(٦٨)

(ب) یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ سمٰوات آیا ہے تو وہ لفظ ارض (زمین) کے مقابل میں آیا ہے،یعنی زمین وآسمان دو متقابل چیزیں ہیں،لیکن اگر سات آسمان سے سات سیارے مراد ہوں تو یہ دقت پیش آئے گی کہ جدید اسٹرانومی کی رو سے زمین خود ایک سیارہ ہے، جو سورج کے ارد گرد گھوم رہا ہے اور وہ بھی ان سات سیاروں میں شامل ہے،لہٰذا اس صورت میں زمین وآسمان ایک دوسرے کے متقابل نہیں رہیں گے بلکہ ایک ہی چیز کے دو نام ہو جائیں گے۔

(ج) تیسری بات یہ کہ سات آسمانوں کی تفسیر سات سیاروں سے کرنا اس وقت تو ٹھیک تھا جب علم فلکیات کی رو سے صرف سات ہی سیارے تسلیم کیے گئے تھے،لیکن اب سیاروں کی تعداد

سات سے متجاوز ہوگئی ہے، اب ان سات سیاروں کے علاوہ یورینس، نیپچون، اور پلوٹو بھی دریافت کرلیے گئے ہیں (ابھی کچھ روز پہلے آخرالذکر کو اس خاندان سے خارج کردیا گیا ہے) لہٰذا ان وجوہات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سبع سمٰوات کی یہ تفسیر درست نہیں ہے۔ جب خود سائنس اور فلکیات کی روشنی میں یہ تفسیر غلط ثابت ہوگئی تو اب کچھ سال قبل سات آسمانوں کی ایک اور جدید تفسیر کی گئی۔

ترکی کے مشہور ماہر فلکیات اور عالم ڈاکٹر ہلوک نور باقی (Halook Nur Baqi) قرآن میں وارد لفظ سبع سمٰوات (سات آسمان) اور جدید سائنسی نظریات کے درمیان تطبیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> بہت سی آیات میں قرآن کریم نے جو ایک عظیم الشان کتاب ہے، کائنات میں سات آسمانوں کا ذکر کیا ہے۔ سائنس پچھلے دو سو سالوں سے کائناتی فضا (کوسموس) کا مطالعہ کرتی رہی ہے۔ مگر ابھی تک اس موضوع پر کوئی واضح معلومات حاصل نہیں کرسکی۔ یہ صرف پچھلے پچیس سالوں میں ہوا ہے کہ آسمانی طبیعات (Astrophysics) کے میدان میں انتہائی دلچسپ دریافتیں اس طرح سامنے آئی ہیں کہ قرآن کے معجزات بالکل عیاں ہوگئے ہیں۔ (۶۹)

پھر آگے چل کر ان سات آسمانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> [۱] وہ فضائی میدان (Spatial Field) جو ہم اپنے شمسی نظام کے ساتھ مل کر بناتے ہیں، وہ پہلا آسمان ہے۔
>
> [۲] ہماری ثریا (گلیکسی) کا فضائی میدان دوسرا آسمان بناتا ہے۔
>
> [۳] ثریاؤں کا ہمارا مقامی جھرمٹ (Local Cluster) تیسرا آسمان بناتا ہے۔
>
> [۴] کائنات کا وہ مرکزی مقناطیسی میدان جو ثریاؤں کے جھرمٹوں کی یکجائی (Collectivity) کو ظاہر کرتا ہے وہ چوتھا آسمان ہے۔
>
> [۵] وہ کائناتی پٹی (کوسمک بینڈ) جو نیم نجمی ریڈیائی کوثرز (Quasars) کو ظاہر کرتی ہے پانچواں آسمان ہے۔

[۶] پھیلتی ہوئی کائنات کا وہ میدان جو پیچھے ہٹتی ہوئی ثریاؤں کو ظاہر کرتا ہے وہ چھٹا آسمان ہے۔

[۷] سب سے باہر والا میدان جو کائنات کی لامتناہی (Infinity) کا مظہر ہے وہ ساتواں آسمان ہے۔ چنانچہ اس طرح تہہ در تہہ سات آسمانوں کی نشاندہی ہوتی ہے جن کا ذکر قرآن حکیم نے چودہ صدیاں قبل کیا تھا۔ (۷۰)

پھر آگے چل کر ان آسمانوں کے درمیانی فاصلوں وغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

پہلی آسمانی تہہ اندازاً ساڑھے ساٹھ کھرب کلومیٹر چوڑی ہے، دوسری تہہ یا ہماری ثریا (Glalaxy) کا قطر ایک لاکھ تیس ہزار نوری سال ہے، تیسرا آسمان یا ہمارا مقامی جھرمٹ بیس لاکھ نوری سالوں پر محیط ہے، چوتھا آسمان جو ثریاؤں کا جمگھٹا ہے اور جو کائنات کے بالکل اندر کا مغز یا مرکز ہے قطر میں ایک کروڑ نوری سال کے برابر ہے، پانچواں آسمان ایک ارب نوری سالوں کے فاصلے پر ہے، اور چھٹا آسمان بیس ارب نوری سالوں کے فاصلے پر ہے۔ (۷۱)

سات آسمانوں کی ایک دوسری سائنسی تفسیر یہ ہے کہ زمین کے ارد گرد مختلف قسم کی گیسوں کی سات تہیں (لیئرز) ہیں دراصل سات آسمانوں سے یہی گیس کی سات تہیں مراد ہیں۔ مگر ان دونوں سائنسی تفسیروں کو قبول کرنے میں چند وجوہ سے تأمل ہے:

(الف) قرآن کریم کی مختلف آیات میں جو سماء یا سمٰوات آیا ہے وہاں ان کے ساتھ ایسی صفات کا ذکر کیا گیا ہے جو کسی جسم کو عارض ہوتی ہیں، مثلاً:

تکاد السمٰوٰت یتفطرن (۷۲) (قریب ہے آسمان پھٹ جائیں)

اذا السماء انفطرت (۷۳) (جب آسمان پھٹ جائے گا)

یوم نطوی السماء (۷۴) (اس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے)

و اذا السماء کشطت (۷۵) (اور جب آسمان کی کھال ادھیڑ لی جائے گی)

یوم تشقق السماء (۷۶) (اور جس روز آسمان پھٹ جائے گا)

اذا السماء انشقت (۷۷) (جب آسمان پھٹ جائے گا)

ان ساری آیات کو اگر بغور پڑھا جائے اور عربی زبان میں انفطار، انشقاق، طی، وغیرہ کے

معانی کو دیکھا جائے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سارے اوصاف جسم کے ہیں ان کو فضائی میدانوں، کہکشاؤں کے آپسی فاصلوں اور گیسوں کی تہوں پر منطبق کرنا درست نہیں ہے۔

(ب) حدیث پاک جو تفسیر قرآن کا دوسرا سب سے معتبر ماخذ ہے، اس میں شب معراج کی طویل حدیث پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا، کہ حضور اکرم ﷺ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سفر کرتے ہوئے عرش تک پہنچے، اور امام بخاری کی روایت کے مطابق اس طرح کہ پہلے حضرت جبریل نے ہر آسمان کے دروازے پر دستک دی، دروازہ کھلا، پھر آپ اس میں داخل ہوئے (۷۸)

اس معنی ومفہوم کی بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں، جن میں آسمان کے دروازوں کا ذکر ہے، یہ احادیث اپنے ظاہر پر ہیں ان میں تاویل کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ اگر آسمان گیس کی تہوں یا فضائی میدانوں یا کہکشاؤں کے جھرمٹوں کا نام ہو تو پھر ان احادیث کو ان پر منطبق کرنا دشوار ہو جائے گا۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی بے جا نہیں ہوگا کہ سائنسی انکشافات سے بے پناہ مرعوب ومتأثر اور سائنسی تحقیقات کو حق وباطل کا معیار گمان کرنے والے ایک محقق ڈاکٹر احمد شلبی نے حدیث معراج کو رد کرنے کے لیے جو دلائل دیے ہیں ان میں ایک دلیل یہ بھی ہے۔ لیست هناك ابواب تُدق (۷۹) (آسمان میں ایسے دروازے ہی نہیں ہیں جن کو کھٹکھٹایا جائے)

پھر آگے چل کر حدیث پاک کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> وقد استطاع الرواد الامريكيون ان يصلوا الى القمر وان يهبطوا عليه،واننا نتساءل:هل وقفوا يدقون ابواب السماء؟ومن الذى فتحها لهم(۸۰)
>
> ترجمہ: امریکی خلاباز چاند تک پہنچ گئے اور اس پر اترے بھی، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا انہوں نے رک کر آسمان کے دروازے کھٹکھٹائے تھے؟ اور ان کے لیے وہ دروازے کس نے کھولے؟

اسی قسم کے شبہات پیدا کر کے محقق موصوف نے بخاری شریف کی حدیث معراج کو موضوع اور من گھڑت قرار دے دیا ہے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والے ایک بندۂ مومن کو قرآن یا حدیث میں وارد کسی بھی قطعی الدلالۃ امر پر ایمان لانے میں پس وپیش نہیں

ہونا چاہیے، یہی عافیت کی راہ بھی ہے اور ایمان کا تقاضا بھی۔ سائنس کی اب تک کی دریافتوں اور تحقیقات کی روشنی میں اگر سبع سمٰوات کا معنی ومفہوم آج ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سائنس کی اب تک کی تحقیقیات کو حرف آخر سمجھ کر اس کو ''صارف قطعی'' کا درجہ دیتے ہوئے قرآن کی واضح اور صریح آیات میں تاویل اور کھینچ تان کا دروازہ کھول دیا جائے۔ سائنس لگاتار اپنی منزلیں طے کر رہی ہے، اور رفتہ رفتہ کائنات کے اسرار سے پردہ اٹھتا جا رہا ہے، کوئی بعید نہیں کہ جس طرح آج یونانی ہیئت کا نو آسمانوں کا نظریہ خرافات ثابت ہو گیا، بالکل اسی طرح آنے والے وقتوں میں گیس کی تہیں، کہکشاؤں کے جھرمٹ اور فضائی میدان بھی فریب نظر ثابت ہو جائیں، اور کوئی ایسی تحقیق سامنے آجائے جس سے قرآن کریم کی وہ آیات جن میں سات آسمانوں کا ذکر ہے ان کی شان اعجاز ساری دنیا پر روشن ہو جائے۔

تفہیم قرآن میں سائنسی علوم کو اس طرح استعمال کیا جانا چاہیے کہ یہ علوم قرآن کے خادم نظر آئیں، نہ کہ یہ کہ ان کو قرآن پر حاکم بنا دیا جائے۔ قرآن کریم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، جدید علوم کی مدد سے اس کے نقصانات کو اجاگر کیا جائے، اور شراب کے حرام کیے جانے کی حکمتوں میں غور کیا جائے، خنزیر کے گوشت کی حرمت پر جدید علوم کے ذریعے تحقیق کر کے اس کی حکمت پر غور کیا جائے، قرآن کریم نے مخصوص ایام میں عورتوں سے ہم بستری کو منع فرمایا ہے، ان ایام میں جماع کے مضر اور منفی اثرات پر ریسرچ کر کے قرآنی حکم کی حکمتوں کو اجاگر کیا جائے۔ اس طرح ہم تفسیر قرآن کے سلسلے میں ان علوم سے کما حقہ استفادہ کر سکیں گے۔ اس سمت میں کافی تحقیقات ہوئی ہیں اور اب بھی جاری ہیں۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا/ اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه (آمین)

☆☆☆

حواشی

[۱] *جمال مصطفیٰ النجار*:اصول الدخیل فی تفسیر آی التنزیل *ص*:۲۹۸، مطبعة الحسن الاسلامیہ القاہرہ ۲۰۰۱ء

[۲] النحل *آیت*:۸۹ [۳] الانعام *آیت*:۳۸

[۴]الانعام *آیت*:۵۹ [۵] حٰم السجدہ *آیت*:۵۳

[۶] احیاء علوم الدین، *ج۱/ص*۲۹۰، مطبوعہ عیسیٰ الحلبی القاہرہ

[۷] جواہر القرآن *ج۱/ص*۲۸، دارالآفاق الجدیدہ بیروت

[۸] *تفسیر کبیر*(سورہ الاعراف) جزء۱۴،*ص*:۱۲۱، مطبعة البہیہ المصریہ ۱۹۳۸ء

[۹] الاتقان فی علوم القرآن: از *ص*۴۷۶ *تا ص*۴۸۳، دار المصر للطباعہ القاہرہ

[۱۰] *ڈاکٹر حنفی احمد*: التفسیر العلمی للآیات الکونیہ فی القرآن *ص*:۳ دار المعارف القاہرہ ۱۹۶۰ء

[۱۱] الجواہر القرآن، *ج۳/ص*۱۹،۲۰، مصطفی الحلبی،القاہرہ

[۱۲] مرجع سابق *ج۲۵/ص*۵۳،۱۵۴

[۱۳] طبائع الاستبداد ومصارع الاستبعاد، بحوالہ: التفسیر و المفسرون، از *ڈاکٹر محمد حسین ذہبی ج۲/ص*:۳۶۵، مکتبہ وہبہ القاہرہ ۲۰۰۰ء

[۱۴] *طاہر ابن عاشور*: التحریر والتنویر ج *اول/ص*۱۰۱، الدار التونسیہ للنشر تونس ۱۹۸۴ء

[۱۵] مرجع سابق *ص*:۱۰۴ [۱۶] مرجع سابق *ص*:۱۰۵

[۱۷] التفسیر العلمی للآیات الکونیہ *ص*۲، دار المعارف القاہرہ

[۱۸] مرجع سابق *ص*:۲،۳ [۱۹] مرجع سابق *ص*:۲،۳

[۲۰] مرجع سابق *ص*:۱۲ [۲۱] مرجع سابق *ص*:۱۳

[۲۲] *جمعہ علی عبدالقادر*: جلال الفکر فی التفسیر الموضوعی لآیات من الذکر *ص*:۱۲۱، مطبعہ رشوان القاہرہ ۲۰۰۱ء [۲۳] مرجع سابق *ص*:۱۲۳

[۲۴] معجزة القرآن:متولی الشعراوی، *ص*:۸۶، القاہرہ ۱۹۹۷ء

[۲۵] مرجع سابق *ص*:۸۶ [۲۶] مرجع سابق *ص*:۸۹ [۲۷] مرجع سابق *ص*:۸۹

[۲۸] الموافقات: ابو اسحاق الشاطبی، *ج۲/ص*۷۹، المکتبة التجاریہ، القاہرہ

[۲۹] مرجع سابق ص:۷۹،۸۰ [۳۰] مرجع سابق ص:۸۰ [۳۱] مرجع سابق ص:۸۱
[۳۲] تفسیر القرآن الکریم، شیخ محمود شلتوت، ج۱/ص۲۰، دارالقلم القاهره،سن ندارد
[۳۳] مرجع سابق ص:۲۰،۲۱ [۳۴] مرجع سابق ص:۲۱
[۳۵] دیکھئے:الاعـجـاز: ڈاکٹرحسن حمدان الدسوقی:ص:۱۴۸تاص:۱۵۹،دارالـصـفـاء لـلـطبـاعة، المنصوره، مصر۱۹۹۹ء
[۳۶] البقرة:۱۸۹ [۳۷] بنی اسرائیل:۸۵
[۳۸] تفسیر الرآن الکریم،شیخ محمود شلتوت، ج۱/ص۲۲
[۳۹] مناهل العرفان فی علوم القرآن: محمد عبدالعظیم الزرقانی، ج۲/ص۲۵۰، مکتبة الحلبیة، القاهره، ۱۹۵۳ء [۴۰] مرجع سابق ص:۱۵۳
[۴۱] الفلسفة القرآنیه،عباس محمود العقاد، ص:۱۵،دار الکتاب العربی بیروت
[۴۲] مرجع سابق ص:۱۸
[۴۳] التـفسیر والمفسرون،محمد حسین الذهبی، ج۲/ص۳۵۹، مکتبة وهبة، القاهره، ۲۰۰۰ء
[۴۴] مرجع سابق ص:۳۶۱،۳۶۲
[۴۵] ڈاکٹر جمال مصطفیٰ: اصـول الـدخیل فی تفسیر آی التنزیل ، ص:۳۲۷، مـطبعة الحسین الاسلامیه القاهر
[۴۶] ابن رشد: فـصـل المقال فیما بین الحکمة والشریعة من الاتصال ص:۳۱، دار المعارف القاهره ۱۹۷۲ء
[۴۷] ڈاکٹر احمد عمر ابوحجر: التفسیر العلمی للقرآن،ص۸۴، دار قطیبه بیروت ۱۹۹۱ء
[۴۸] مرجع سابق
[۴۹] ڈاکٹر یوسف قرضاوی: کیف نتعامل مع القرآن العظیم:ص:۳۸۳، دارالشروق القاهره ۲۰۰۰ء
[۵۰] ان اسباب میں سے دوسرا اور چوتھا سبب میں نے غالبًا ''تـفسیر القرآن فی عصر الراهن ''نامی کتاب میں پڑھا تھا،اس وقت وہ کتاب سامنے نہیں ہے اور نہ ہی اس کے مؤلف کا نام یاد آ رہا ہے۔
[۵۱] ازافادات استاذ گرامی ڈاکٹر جمال مصطفیٰ النجار،استاذ شعبۂ علوم قرآن،ازہر شریف
[۵۲] سورة سبا : ۵۳
[۵۳] ڈاکٹر صلاح الدین خطاب،الجانب العلمی فی القران الکریم،ص:۱۹،مطبوعہ القاہرہ
[۵۴]سبا :۵۱،۵۲،۵۳
[۵۵] پیر محمد کرم شاہ ازہری: ضیاء القرآن: جلد۴،ص ۱۳۵،اعتقاد پبلشنگ دہلی ۱۹۹۸ء

[۵۶] النمل:۸۲
[۵۷] ترجمہ ملخصاً: عبدالرزاق نوفل: القرآن والعلم الحدیث: ص۲۱۲ تا ۲۱۶، طبع ثانی قاہرہ
[۵۸] صحیح مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعۃ [۵۹] مرجع سابق
[۶۰] ڈاکٹر احمد عمر ابوحجر: التفسیر العلمی للقرآن، ص۴۴۱، دار قطیبہ بیروت ۱۹۹۱ء
[۶۱] امام راغب الاصفہانی: مفردات غریب القرآن: ص۲۴۳، مطبوعہ المیمنہ مصر ۱۳۲۴ھ
[۶۲] علامہ امام الدین لاہوری: التصریح شرح التشریح، ص۶، ۷ یاسر ندیم کمپنی دیوبند
[۶۳] الحاقہ: ۱۷
[۶۴] رسائل ابن سینا، ص: ۱۲۸، ۱۲۹، بحوالہ: التفسیر والمفسرون، ڈاکٹر محمد حسین ذہبی: ص۳۱۵، جلد۲، مکتبہ وہبہ القاہرہ ۲۰۰۰ء
[۶۵] بحوالہ علامہ امام الدین لاہوری: التصریح شرح التشریح، ص۸ یاسر ندیم کمپنی دیوبند
[۶۶] جمال الدین القاسمی: محاسن التاویل، ۸۷۷/۱۶: عیسیٰ الحلبی القاہرہ، ۱۹۷۰ء
[۶۷] النوح: ۱۵، ۱۶
[۶۸] ڈاکٹر احمد عمر ابوحجر: التفسیر العلمی للقرآن: ص: ۳۸۱، دار قطیبہ بیروت ۱۹۹۱ء
[۶۹] ڈاکٹر ہلوک نور باقی: قرآنی آیات اور سائنسی حقائق: اردو ترجمہ: سید محمد فیروز شاہ: ص۱۵۲، ۱۵۳، اسلامک بک فاؤنڈیشن، دہلی ۲۰۰۰ء
[۷۰] مرجع سابق ص: ۱۵۵ [۷۱] مرجع سابق ص: ۱۵۶ [۷۲] مریم: ۹۰
[۷۳] انفطار: ۱ [۷۴] الانبیاء: ۱۰۳ [۷۵] تکویر: ۱۱
[۷۶] فرقان: ۲۵ [۷۷] انشقاق: ۱
[۷۸] صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب المعراج، حدیث نمبر: ۳۸۸۷۔
[۷۹] ڈاکٹر احمد شلبی: من السیرۃ النبویۃ العطرۃ: ج۳/ص: ۳۱، مکتبۃ الاسرۃ، قاہرہ ۲۰۰۱ء
[۸۰] مرجع سابق ص: ۳۲



کتابیات

[۱] الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدین سیوطی، دارالمصر للطباعة القاهرة

[۲] احیاء علوم الدین: امام غزالی، مطبوعة عیسٰی الحلبی القاهرة

[۳] اصول الدخیل فی تفسیر آی التنزیل: جمال مصطفٰی النجار، مطبعة الحسن الاسلامیة القاهرة ۲۰۰۱ء

[۴] الاعجاز: *ڈاکٹر حسن حمدان الدسوقی*، دارالصفاء للطباعة، المنصوره، مصر ۱۹۹۹ء

[۵] التحریر والتنویر: *طاہر ابن عاشور*، الدارالتونسیه للنشر تونس ۱۹۸۴ء

[۶] التفسیر العلمی للآیات الکونیة فی القرآن: *ڈاکٹر حنفی احمد*،دارالمعارف القاهره ۱۹۶۰ء

[۷] التفسیر العلمی للقرآن: *ڈاکٹر احمد عمر ابوحجر*،دار قطیبه بیروت ۱۹۹۱ء

[۸] تفسیر القرآن الکریم: شیخ محمود شلتوت، دارالقلم القاهره، *سنہ ندارد*

[۹] تفسیر کبیر: فخر الدین رازی، مطبعة البهیة المصریة ۱۹۳۸ء

[۱۰] التفسیر و المفسرون: محمد حسین الذهبی، مکتبة وهبة القاهره ۲۰۰۰ء

[۱۱] التصریح شرح التشریح: علامه امام الدین لاهوری، *یاسر ندیم کمپنی دیوبند*

[۱۲] الجانب العلمی فی القران الکریم: الدکتور صلاح الدین خطاب، مطبوعة القاهرة

[۱۳] الجلال الفکر فی التفسیر الموضوعی الآیات من الذکر: جمعه علی عبدالقادر، مطبعه رشوان القاهره ۲۰۰۱ء

طبائع الاستبداد و مصارع الاستبعاد، بحواله:

[۱۴] الجواهر فی القرآن: طنطاوی الجوهری، مصطفی الحلبی، القاهره

[۱۵] جواهر القرآن: امام غزالی، دارالآفاق الجدید بیروت

[۱۶] ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاه ازهری، *اعتقاد پبلشنگ دہلی* ۱۹۹۸ء

[۱۷] افصل المقال فیما بین الحکمة والشریعة من الاتصال: *ابن رشد، دارالمارف القاہرہ* ۱۹۷۲ء

[۱۸] الفلسفة القرآنیة: عباس محمود العقاد، دارالکتاب العربی بیروت

[۱۹] القرآن والعلم الحدیث: عبدالرزاق نوفل، *طبع ثانی، قاہرہ*

[۲۰] قرآنی آیات اور سائنسی حقائق : ڈاکٹر ہلوک نور باقی، اردو ترجمہ: سید محمد فیروز شاہ اسلامک بک فاؤنڈیشن، دہلی ۲۰۰۰ء

[۲۱] کیف نتعامل مع القرآن العظیم: ڈاکٹر یوسف قرضاوی،دارالشروق القاہرہ ۲۰۰۰ء

[۲۲] محاسن التاویل: جمال الدین القاسمی،عیسٰی الحلبی القاہرہ ۱۹۷۰ء

[۲۳] معجزۃ القرآن:متولی الشعراوی، القاہرہ ۱۹۹۷ء

[۲۴] مفردات غریب القرآن: امام راغب الاصفہانی، مطبوعۃ المیمنۃ مصر ۱۳۲۴ھ

[۲۵] مناہل العرفان فی علوم القرآن: محمد عبدالعظیم الزرقانی، مکتبۃ الحلبیۃ، القاہرہ، ۱۹۵۳ء

[۲۶] من السیرۃ النبویۃ العطرۃ: الدکتور احمد شلبی، مکتبۃ الاسر، قاہرہ ۲۰۰۱ء

[۲۷] الموافقات: ابو اسحاق الشاطبی، المکتبۃ التجاریۃ، القاہرہ.



مؤلف ایک نظر میں

نام: اسید الحق محمد عاصم قادری

پیدائش: مولوی محلّہ بدایوں (یو پی)، ۲۳؍ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ/ ۶؍مئی ۱۹۷۵ء

والد گرامی: حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری

جد محترم: حضرت مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی ابن تاج الفحول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی ابن مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

تعلیم:
(۱) حفظ قرآن
(۲) فاضل درس نظامی
(۳) فاضل دینیات الہ آباد بورڈ، اتر پردیش
(۴) فاضل ادب عربی الہ آباد بورڈ، اتر پردیش
(۵) الاجازۃ العالیۃ، شعبۂ تفسیر وعلوم قرآن، جامعۃ الازہر الشریف مصر
(۶) تخصص فی الافتاء، دارالافتاء المصریۃ قاہرہ مصر
(۷) ایم۔اے۔علوم اسلامیہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

مشغلہ: تدریس، تبلیغ، تحقیق، تصنیف

خادم التدریس مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں
ڈائرکٹر الازہر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز بدایوں
بانی رکن دی نیو ایج میڈیا اینڈ ریسرچ سینٹر دہلی

قلمی خدمات

مقالات و مضامین: تقریباً ساٹھ مقالات ومضامین ہند و پاک کے مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں:

تصنیف:
(۱) حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعے کی روشنی میں (مطبوعہ)
(۲) قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ (مطبوعہ)
(۳) احادیث قدسیہ (مطبوعہ)
(۴) خامہ تلاشی (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)

(۵) تذکرۂ شمس مارہرہ، (مطبوعہ)
(۶) جدید عربی محاورات وتعبیرات (مطبوعہ)
(۷) قصیدۂ فرزدق تمیمی ایک تحقیقی مطالعہ (مطبوعہ)
(۸) افہام وتفہیم (زیر طبع)
(۹) اسلام اور خدمت خلق (زیر طبع)
(۱۰) اسلام، جہاد اور دہشت گردی (زیر طبع)
(۱۱) وارثین انبیا (زیر طبع)
(۱۲) مسائل تقلید واجتہاد (زیر طبع)
(۱۳) تحفظ توحید کے نام پر کتب اسلام میں تحریف (زیر ترتیب)

ترتیب و تقدیم:
(۱) تذکرۂ ماجد (مطبوعہ)
(۲) خطبات صدارت مولانا مفتی عبدالقدیر قادری بدایونی (مطبوعہ)
(۳) مثنوی غوثیہ مولانا مفتی عبدالقدیر قادری بدایونی (مطبوعہ)
(۴) علوم حدیث (مطبوعہ)
(۵) ملت اسلامیہ کا ماضی، حال، مستقبل مولانا حکیم عبدالقیوم قادری بدایونی (مطبوعہ)
(۶) اکمل التاریخ، مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی (مطبوعہ)
(۷) تذکرۂ نوری، مولانا غلام شبر نوری (مطبوعہ)
(۸) قصیدتان رائعتان، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں (مطبوعہ)

ترجمہ، تخریج، تسہیل، تحقیق:
(۱) احقاق حق (فارسی) مولانا فضل رسول بدایونی (مطبوعہ)
(۲) عقیدۂ شفاعت مولانا فضل رسول بدایونی (مطبوعہ)
(۳) مناصحۃ فی تحقیق مسائل المصافحۃ (عربی) مولانا عبدالقادر بدایونی (مطبوعہ)
(۴) الکلام السدید فی تحریر الاسانید (عربی) مولانا عبدالقادر بدایونی (مطبوعہ)
(۵) تحفۂ فیض (فارسی) مولانا عبدالقادر بدایونی (زیر طبع)
(۶) طوالع الانوار (تذکرۂ فضل رسول) مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی (مطبوعہ)
(۷) اکمال فی بحث شد الرحال (فارسی) مولانا فضل رسول بدایونی (مطبوعہ)
(۸) مکاتیب فضل رسول (فارسی) مولانا فضل رسول بدایونی (زیر طبع)

☆☆☆

بعض مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱	**احقاق حق**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۲	**عقیدۂ شفاعت**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۳	**اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۴	**اکمال فی بحث شد الرحال**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۵	**فصل الخطاب**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۶	**حرز معظم**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۷	**مولود منظوم مع انتخاب نعت ومناقب**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۸	**شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۹	**تبکیت النجدی**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۱۰	**شمس الایمان**	مولانا محی الدین قادری بدایونی
۱۱	**رد روافض**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۲	**سنت مصافحہ**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۳	**الکلام السدید**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۴	**مضامین شہید**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۵	**ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۶	**مردے سنتے ہیں**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۷	**فلاح دارین**	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۱۸	**عرس کی شرعی حیثیت**	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۱۹	**مثنوی غوثیہ**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۲۰	**خطبات صدارت**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۲۱	**دعوت عمل**	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۲۲	**عقائد اہل سنت**	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۲۳	**عظمت غوث اعظم**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۴	**نگارشات محب احمد**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۵	**الدرر السنیة** ترجمہ از :	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی

۲۶	**شارحۃ الصدور**	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی
۲۷	**ریاض القرأت**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۲۸	**احکام قبور**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۲۹	**تذکار محبوب** (تذکرہ عاشق الرسول)	مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی
۳۰	**احوال و مقامات**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۱	**خمیازۂ حیات** (مجموعۂ کلام)	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۲	**باقیات ھادی**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۳	**مختصر سیرت خیر البشر**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۴	**مدینے میں** (مجموعہ نعت)	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۵	**قرآن کریم کی سائنسی تفسیر**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۶	خیرآبادی سلسلہ علم وفضل کے احوال وآثار **خیرآبادیات**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۷	**حدیث افتراق امت** تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۸	**احادیث قدسیہ**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۹	**تذکرۂ ماجد**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۰	**خامہ تلاشی** (تنقیدی مضامین)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۱	**تحقیق و تفہیم** (تحقیقی مضامین)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۲	**عربی محاورات** مع ترجمہ وتعبیرات	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۳	**اسلام : ایک تعارف** (ہندی، مراٹھی)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۴	**مفتی لطف بدایونی** (شخصیت اور شاعری)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۵	**تذکرۂ شمس مارہرہ**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۶	**قصیدۂ فرزدق تمیمی**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۷	**اکمل التاریخ**	مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی
۴۸	**تذکرۂ نوری**	مولانا غلام شبر قادری نوری بدایونی
۴۹	**طوالع الانوار** (تذکرۂ فضل رسول)	مولانا انوارالحق عثمانی بدایونی
۵۰	**اکابر بدایوں**	مولانا احمد حسین قادری گنوری

